McGill University Library
3 102 938 332 9
ISLAMIC
BP165
T45
1901

MG1 .T367ik
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES
38599
*
McGILL
UNIVERSITY

Thanavi, Muhammad Ashraf Ali

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

از پے امتثال ایں خیر المقال کہ آمر باثبات مدعا بہ نقل و استدلال و رفع شبہات
باحسن جدال ست "رسالہ مسمّٰی بہ"

Islahu-l-khayal

اصلاح الخیال

کہ ہادی گمشتگاں بادیہ ضلال و معلم جہال و علم افزائے اہل کمال ست از تالیف حضرت
قبلہ و کعبہ سیدنا و مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب ست

در مطبع فخر المطابع [illegible] باہتمام مولوی سید [illegible] علی صاحب طبع شد

KUTB KHANA
Price Rs.
A. T. U. DELHI

MG1
T367ik

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ واضح ہو کہ ایک شخص نے اپنے ایک عزیز کو درباب اتباع شریعت و درستی اعمال و وضع کے نصیحت کے طور پر لکھا تھا خیالات جدیدہ کے غلبہ سے اُس نصیحت میں کچھ شبہات و اوہام اس عزیز کی طبیعت میں پیدا ہوئے جس کی اطلاع اُس شخص کو کی گئی اُس شخص نے اسکے جواب لکھے چونکہ ایسے شبہات اکثر لوگوں کو پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے فائدہ عامہ کے واسطے مصلحت معلوم ہوا کہ وہ شبہات اور ان کے جوابات ایکجا جمع کر کے مجموعہ کا نام **اصلاح الخیال** رکھدیا جاوے اور ایک زمانہ میں ایک شیخ کامل نے ایک خط نصیحت آمیز بعض معززین تبع خیالات جدیدہ کو تحریر فرمایا تھا جسکے بھیجنے کی نوبت نہیں آئی تھی اس کی نقل بعض لوگوں کے پاس تھی چونکہ اس کے مضامین بھی اس مجموعہ کے مناسب تھے اس لئے اس کا بھی الحاق کر دینا آخر میں مناسب معلوم ہوا۔

فقط والسلام

العبد الضعیف
محمد اشرف علی عفی عنہ

تقریظ شہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے خیال میں جس نگاہ سے شریعت اور اتباع شریعت کو ہندوستان میں علماء دین دیکھتے ہیں وہ شرائط اسلام نہیں ہیں زمانہ کی رفتار نے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت نے ملک پر انگریزوں کو حکمراں کر دیا جس وقت مسلمانوں کی اول سلطنت قائم ہوئی تھی اُس وقت کی تواریخ نکال کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ قبل از بعثت جو حالت مسلمانوں کی تھی اس سے بدتر حال دیگر اقوام کا تھا مثلاً انگلستان میں مقدمات کی تحقیقات میں ثبوت جرم کے لئے گرم کھولتے ہوئے پانی میں مجرم کے ہاتھ ڈالے جاتے تھے اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اگر اس کے ہاتھ نہ جلے تو وہ ضرور بے گناہ ہے مثلاً یہ سزا دی جاتی تھی کہ زندہ آدمی کو جلا دیتے تھے بہر صورت موازنہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم عرب زمانہ کی رفتار کے موافق کوئی پس ماندہ قوم نہ تھی بلکہ اس زمانہ کی مساوی قوموں کی یہی ابتر حالت تھی اسلام نے انکی اصلاح کی اُن کے اخلاق درست کئے توحید سکھائی اور پھر ایک نئی قوم عرصہ روزگار میں برآمد ہوئی اور شمشیر بکف جس طرف نکلکر کھڑی ہوئی فتح ملکی انکے آگے آگے ہوتی گئی کہ بر اعظم ایشیا اور یورپ کے بڑے حصہ کو فتح کر ڈالا ۔ فتح و نصرۃ ملکی میں تائید منجانب اللہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اس لئے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جس قوم میں صلاحیت اور اتباع احکام خداوندی پایا جاتا ہے اس پر اللہ کی مدد ہوتی ہے چنانچہ مسلمانوں نے فتح کر کے جو سلطنت عظیم قائم کی اسکی مثال تاریخ میں نہیں ہے بعد زمانہ خلفاء راشدین کے باہم نزاع شروع ہوئے اور مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے وہ شرمناک واقعہ کربلا سرزد ہوا جس کی وجہ سے قیامت تک مسلمانوں کو ندامت رہیگی ۔ زوال سلطنت کے آثار شروع ہو گئے لیکن چونکہ کوئی قوم سر برآوردہ اور تعلیم یافتہ صفحہ ہستی پر موجود نہ تھی اس لئے مسلمانوں کو اس حصہ ملک میں جہاں ان کی سلطنت قائم ہو چکی تھی امن نصیب رہا ۔ فتوحات ملکی بند تھیں اور چند سلطنت قائم ہو گئی لیکن

34599

لیکن روز بروز آثار ردائت ظاہر تھے یعنی ملک میں امن قائم رکھنے اور دوسرے قوموں کے حملوں سے بچنے
کی کوئی تدبیر مسلمانوں نے نہیں کی ملک میں جو جو ظلم ایک ادنی زمیندار اپنی رعایا پر کرسکتا تھا اس کی مثالیں
غدر سے پہلے تک پائی جاتی تھیں یہاں تک کہ دسویں صدی کے قریب اہل یورپ نے ترقی کرتے کرتے معدنِ
حرب یعنی باروت وغیرہ دریافت کی اور مسلمان بادشاہوں کی شامت آئی جس زمانہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے
اسکو ابتداء زمانہ قرار دے کر مسلمانوں کی حالت کا اندازہ دیگر اقوام سے کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ ابتداء اسلام
میں مسلمان خوش اخلاق جری ہمت والے تھے دوسری قومیں بزدل آرام طلب کم ہمت تھے مسلمان
جہاں تھے وہیں رہے بلکہ آگے چلکر اس سے بھی گرتے گئے اور دوسری قومیں ترقی کرتی گئیں یہاں تک کہ
روم کو لڑتے لڑتے پریشان کردیا اور اگر سلطان عبد الحمید خاں اس رنگ میں نہ رنگے جاتے جو اس وقت
سلاطین یورپ کا ہے تو بقاء سلطنت ناممکن تھی اگر سلطان روم ہندوستان کا سا اسلام اپنے یہاں قائم
کریں تو کسی کو انکی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑے خود بخود انکی زوال سلطنت کے لئے کافی ہو جاوے
انھوں نے زمانہ کی ضرورت کے موافق فوج میں وہ وہ سامان کئے ہیں جنکو ہندوستان کے علماء کبھی جائز
نہیں کہہ سکتے اور آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر سلطان اس بات کا وعدہ کرلیتے کہ میں علماء ہند کے احکام کی تعمیل
کرونگا اور پھر یہاں سے چند علماء ان کا طرز تمدن درست کرنے کے لئے جاویں اور وہ اپنے وعدہ کے
موافق اس پر عمل کریں تو اور تو میں کہہ نہیں سکتا مگر سلطنت قائم نہ رہی اب اگر یہ کہا جاوے کہ بلا سے
سلطنت قائم نہ رہے اتباع شریعت بڑی چیز ہے اور عاقبت کی درستی ہو جاوے سلطنت رہی یا نہ رہی
تو ایسا جینا پراگندہ روزی پراگندہ دل کا کیا نفع ہے دوسرے یہ کہ نتیجہ بس یہ نکلے گا کہ اسلام ہمکو حکومت
اور سلطنت نہیں سکھلاتا ہے بلکہ ذلت اور دریوزہ گری تعلیم کرتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے پہلے مسلمانوں
کی مثال اس وقت بالکل فضول ہے کیونکہ وہ رنگ زمانہ کا نہیں اگر آج سلطان روم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
سا طریقہ اختیار کریں یعنی بیت المال کا اونٹ تلاش کرنے خود چلدیں تو آپ دانا ہیں ذرا اندازہ کیجئے کہ سلطنت
کرسکتے ہیں نہیں اور ہرگز نہیں یہ اُس زمانہ کے شایاں تھا کہ خود خلیفہ راتوں کو رعایا کی خبر لیتے پھرتے تھے
اور چوروں کا مال مزدوری پر پہنچا دیا کرتے تھے۔ یہ وہ وقت ہے کہ ملک علم کے زور سے قائم شمشیر کے ف۲
زور سے نہیں ایک شخص دلاور شمشیر بکف نہایت جرأت کے ساتھ میدان میں آتا ہے لیکن ایک ہزار قدم سے
ٹھنڈا کردیا جاتا ہے اور جس چیز سے ٹھنڈا کردیا جاتا ہے اسمیں ایک ذرا سی دور کے اندر ہشتاد گولیاں علم کے
زور سے بھر دی ہیں کہ ایک منٹ میں ہشتاد فیر کرے کہاں تک خالی جائیں گے افسوس کہ مسلمانوں نے اللہ ف۳
کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کی قدر نہ کی پانی سے وہ کام نہ لیا جس کے وہ شایاں تھا جس پیاس میں پی لیا وضو کیا

غسل کیا طہارت کی اب وہی پانی ہے کہ جس سے بھاپ پیدا ہوتی ہی اور جو کام ایک ہزار آدمیوں کی قوت
سے نہیں ہوسکتا اسکو ایک آدمی کرتا ہے۔ بھلا [ف۵] اس میں کون بات خلاف شریعت ہی جو کبھی مسلمانوں نے
اس طرف توجہ نہ کی یا اب دوسروں کو دیکھکر نہیں کرتے یہ ایک ادنی سی مثال میں دیتا ہوں اس طرح دنیا میں
ایک ایک چیز کی بابت اسوقت کوئی ہو تو ایک ایک دفتر لکھ ڈالے وہ کونسی چیز ہے کہ مسلمانوں نے استعمال نہیں
کی اور جس کا استعمال انھوں نے اپنے جسم فانی تک محدود نہیں رکھا اپنے ابنائے جنس کو نفع پہونچانے کے لئے
اُس پر ذرا بھی غور نہیں کیا۔ یہ بات مسلمہ ہی کہ قیامت کے دن ذرا ذرا چیز سے حساب لیا جاویگا۔ میرا تو قریب
قریب یہ عقیدہ ہے کہ جس شخص نے ایسی بے ترکیبی کے ساتھ اللہ کی نعمتوں کو استعمال کیا وہ ضرور مستوجب جواب
دہی ہے۔ اس [ف۶] وقت کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کس چیز کو شرط اسلام قرار دیا جاتا ہی جس چیز کی طرف مسلمانوں کو
بلایا جاتا ہے وہ اُس سے اتنی دور نکل گئے ہیں کہ اُنکے کان میں اُسکی آواز بھی نہیں جاتی میں تو پردیسی ہوکر
اس تماشہ کو دیکھ رہا ہوں۔ جو [ف۷] باتیں ہمارے علماء دین و پیشوایان مذہب تسلیم کرتے ہیں ان میں زمانہ موجود کی
موافق ذلت اور خواری کے سوائے یہاں تو کچھ نظر نہیں آتا عاقبت میں اگر بہشت اور حوریں ملیں تو اللہ
سے امید رکھیں۔ لیکن اس سے یہ لازم آتا ہی کہ دنیا میں نکبت کے ساتھ بسر کرنا عاقبت کی درستی کو لازم
ہے اگر فی الواقع ایسا ہے تو صاف الفاظ میں یہی کہنا چاہیئے خواہ مخواہ یوں کیوں کہا جاتا ہی کہ بقدر
ضرورت دنیا بھی حاصل کرو [ف۸] ہم کہتے ہیں کہ بقدر ضرورت بھی دنیا حاصل نہیں ہوتی اس طریقہ سے جو ہم کو اسوقت
علماء دین تعلیم کرتے ہیں فرض کیجیے کہ ایک شخص کو کتابیں پڑھا کر عالم بنایا آپ خود متفکر ہیں کہ وہ اب کیا کرے پچھلی
مرتبہ یہ رائے بھی کہ اُن کو حرفت سکھلائی جاوے تو وہ بھی کیا کہ بڑھئی کا کام یا لوہار کا کام اب میں نہایت ادب
سے گذارش کرتا ہوں کہ بڑھئی کا کام اور لوہار کا کام سکھلانے اور تار برقی اور ریل کے ہانکنے کا کام یا اسٹیم
بنانے کے ترکیب سکھلانے میں شرعًا کیا فرق ہے اگر فرق ہی تو اتنا کہ خود مولوی صاحب نہیں جانتے دوسرے کو
کیا سکھلادیں گے۔ لیکن لوہار بڑھئی کا کام سکھلانے کے لئے بھی تو ان کو لوہار بڑھئی نوکر رکھنے پڑینگے تو پھر
دوسرے فنوں سکھلانے والے کیوں نہ نوکر رکھے جاویں مگر بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر کوتہ اندیشی اور
پست حوصلگی اسقدر آگئی ہی کہ انکی نگاہ ہی اوپر نہیں جاتی میری [ف۹] تو اب یہاں تک شامت آگئی ہی کہ میں ان مدارس
عربیہ پر اعتراض کرتا ہوں اور اُن کو بہ حیثیت موجودہ کار خیر نہیں سمجھتا اور اسکے ساتھ الحمد للہ کہ مسلمان ہوں اور
اپنے اللہ سے قوی امید ہے کہ مجھکو مسلمان رکھیں گے۔ اب سنئے کہ میں مدارس عربیہ پر کیا اعتراض رکھتا ہوں قرآن کے
احکام کی موافق آپکے اوپر پہلے اپنے اقارب پھر پردیسی پھر شہر والے پھر ملک والے پھر ابن السبیل کے حقوق
ہیں اب آپ ان مدارس کو دیکھئے کہ ان سے کسی کو نفع پہنچتا ہی ہمارا یہ کام نہیں کہ جو آیا اس کو پڑھا دیا بلکہ یہ کام ہے

کہ وہ مفید طرز اختیار کریں جس سے ہمارے بھائیوں کو نفع پہونچے مجھ سے ایک صاحب ملنے آئے جو علمار کے
بڑے معتقد ہیں اور ہمیشہ علمار کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور بڑی خدمت کرتے ہیں میرا خیال اُنکی طرز
سے یہ ہی کہ انہوں نے زیارت علماء کو اپنے روزمرہ میں داخل کر رکھا ہی میں نے اُن سے سوال کیا کہ وضو میں
کے فرض اور کے سنت ہیں حالانکہ انھوں نے تسلیم کیا کہ وہ ستائیس برس سی نماز پڑھتے ہیں لیکن بیچارے
اس کا جواب نہ دیسکے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ مہینے میں ایک آدہ مرتبہ تو کسی مولوی سی ملتے ہونگے
انہوں نے کہا کہ جناب میں تو روزانہ حاضر ہوتا ہوں تو میں نے پوچھا کہ بہلا تم کو کسی نے یہ بتلایا کہ وضو میں کے
فرض اور کے سنت ہوتے ہیں اگر کہیں سفر میں ہو اور صرف پاؤ بھر پانی ملے تو وضو کیسے کرے غرض میں نے
ان کو بتلایا اور چند مسائل اور بتلائے تو انہوں نے نہایت شکرگذاری کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ مجھکو عالموں کی
صحبت سے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا آپ کی چند باتوں سے ہوا میں اس مثال سی اپنی تعریف کرنا نہیں چاہتا بلکہ
علمار کی حالت کا اظہار آپ پر کرتا ہوں کہ انکی حالت قابل اصلاح ہے اگر یہ درست ہوں گے تو ہم لوگ تو
خود بخود ٹھیک ہو جاوینگے۔ نصاب [ف۱۰] تعلیم پر آج سے دس برس پہلے کوئی اعتراض نہ تھا اور بڑے بڑے ف ۱۰
عالم گذر گئے کبھی آپ نے کسی کے زبان سے سُنا کہ عربی کا نصاب تعلیم ناقص ہی اور اس میں اوقات ضائع ہوتی
ہے یا مدارس عربیہ کے اندر لوہار بڑھئی کا کام سکھلانا ضرور ہی یہ نئے علمار جو اس وقت پیدا ہوئے ہیں ان کو
البتہ یہ بات سوجھی ہے جناب من علمار موصوفین کے ہمعصر اگر کوئی موجود ہوں گے تو ان کو ان اعتراضات
پر جو اس وقت کے علمار نصاب دین پر کر رہے ہیں ویسا ہی اعتراض ہوگا جیسا کہ اسوقت کے علماء
کو کورٹ پتلون پہننے والو نپر ہے یہ تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ خود علمار میں کتنا انقلاب ہے جن [ف۱۱] باتوں کو آج ف ۱۱
سے دس برس پہلے حرام مطلق بتلاتے تھے اب اسکے جواز پر فتوے دیئے جاتے ہیں آخر یہ کیوں زمانہ
کی حالت سے جوں جوں خبر ہوتی جاتی ہے کہتے جاتے ہیں مگر ہمارے [ف۱۲] علماء نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ف ۱۲
ہے اس لئے زمانہ سے جلد جلد خبردار نہیں ہوتے اگر باہر پھریں اور مسلمانوں کے بچوں کا حال دیکھیں اور
پھر اندازہ کریں کہ یہ کس حد پر پہونچ گئے ہیں تو شاید کوئی طریقہ اُن کی اصلاح کا سمجھ میں آجاوے لیکن سمجھ
میں آویگا اسقدر عرصہ کے بعد کہ شاید پھر علاج کا موقع بھی نہ رہی تعلیم علوم [ف۱۳] دین مبنی ہے تین چیزوں ف ۱۳
پر اعتقادات۔ عبادات۔ معاملات بلکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ شرع اسلام یہی چیزیں ہیں شاید تصوف
وغیرہ دو چیزیں اور شامل کی ہیں بہر صورت ان تین چیزوں کا نام ضرور اسلام ہے۔ اعتقادات کا کوئی
نصاب نہیں یہ قایم رہ سکتا ہے عبادات اور معاملات سے اب رہی معاملات بڑا حصہ اُن کا لازم ہی
جسکی سلطنت اسکے قانون کے موافق معاملات ہونگے اب آج کل کوئی زنا کرے تو سنگسار نہیں کیا جاتا

چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے اچھا اب فرض کیجئے کہ کسی نے زنا کیا تو نالش کرنے والا
کیا کرے آٹھ آنہ اسٹامپ پر عرضی دے یہ طریقہ شریعت میں کہاں لکھا ہے پھر حلف سے اپنا اظہار
لکھاوے حلف بھی کیا کہ جو گواہی میری روبرو عدالت میں ہوگی وہ بالکل سچ ہوگی سوائے سچ کے جھوٹ
نہوگی خدا میری مدد کرے اُسکے بعد شہادت پیش ہوئی جسکی ساتھ زنا کیا وہ ڈاکٹر کے ملاحظہ کے لئے
بھیجی گئی اگر سب طرح ثابت ہوگیا تو چار مہینے کی قید اور دو سو روپے جرمانہ اور جرمانہ میں سے انیسو
پچاس روپے بطور معاوضہ مدعی کو دیا جاوے اب ذرا غور تو کیجئے کہ یہ معاملا دل سے آخر تک کسی مرتبہ
میں بھی شریعت کے موافق ہوا اور جو ماخذ[۱۳] ان حضرت کو ملے وہ کب جائز ہوئے با ایں ہمہ یہ روزمرہ
ہو رہا ہے اور شاید علماء کو اسکی خبر بھی نہ ہو یہ ایک ذرا سی مثال ہے اس سے بڑھ کر معاملات ہو رہے ہیں تو
اب جن طالب علموں کو یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں کہ اس جرم کی سزا یہ ہے اور اسکی یہ وہ اُنکے کس کام آوینگی
جب کہ معاملات کا تصفیہ قوانین موجودہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اب جس شخص نے مقدمہ زنا میں یہ حکم
دیا وہ مصداق ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ کا لیکن کیا کسی کا خیال اسطرف منتقل ہوا ہے کہ
جس شخص نے نالش کی وہ بھی معین ہوا کیونکہ وہ تو جانتا تھا کہ شرع کے مطابق حکم نہوگا اب کہنا چاہیئے
کہ بیشک وہ بھی معین ہوا تو اب کیا علاج۔ علاج یہ کہ خاموش گھر میں بیٹھو اگر یہ سچ ہے تو پھر مسلمانونکی
حالت کو اندازہ کیجئے کہ یہ کیا کریں انھیں تو اللہ میاں اس جہان سے اُٹھالیں تو انکی نجات ہو غرض بڑے
معاملات تو حکومت کے ساتھ گئے اب رہے چھوٹے چھوٹے معاملات روزمرہ کے اُنکے احکام اُردو
کی کتابوں میں موجود ہیں جو بچوں کی تعلیم کے نصاب ابتدائی میں داخل ہیں یا داخل کرنے چاہئیں عبادات
کا باب نہایت مختصر ہے روزہ کے احکام قرآن کے ایک رکوع میں ہیں اسیطرح نماز کے احکام اُردو کی
ایک کتاب میں موجود ہیں حج اور زکوٰۃ کی بڑے ہوکر ضرورت ہوتی ہے اور اُن کے مختصر احکام ہیں اس
مختصر کو اتنا طول دیا ہے کہ بچوں کے دس برس اس میں خرچ ہوتے ہیں اور جب طیار ہو کر نکلتے ہیں تو
سوچتے ہیں کہ اب کیا کریں اگر کچھ تعلیم کی عمر باقی ہے اور کچھ حمیت کا تقاضا بھی ہے تو جلدی سے طب
ف۱۴ پڑھ لی اور معاش کا ایک ذریعہ نکال لیا اور اگر کہیں عمر ہو چکی ہے جیسا کہ کثرت سے واقع ہوتا ہے۔ تو سیدھے[۱۴]
مسجد کی راہ لی اور جو کچھ پھر یہ لوگ کرتے ہیں آپ کو مجھ سے زیادہ تجربہ ہے میں لکھنا کیا چاہتا تھا اور لکھ
ف۱۵ گیا کیا میں اپنا حال عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں کوٹ[۱۵] پتلون یا یوں کہیئے کہ پورا انگریزی لباس پہنتا
ہوں سوا سے ٹوپی کے کہ وہ ترکی ہے اس ٹوپی کے اختلاف سے یہ لباس ہمارا قومی بنجاتا ہے اور اگر
اس بات کا کوئی اسوقت تعلیم نہ کرے تو دس برس بعد اس کو خود پہننا پڑیگا میں اس بات کو ایسے وثوق

سے کہہ رہا ہوں کہ مجھکو اس میں کچھ بھی وسوسہ نہیں اب مجھ سے ارشاد ہو کہ یہ لباس خلاف شریعت ہے ترک کرنا چاہیئے۔ تو مجھکو یہ بھی بتلایا جاوے کہ کیا پہنوں جو کام مجھکو کرنا پڑتا ہے اور جو اللہ نے میری تقدیر میں لکھ دیا ہے اور جس کے کرنے پر قضا و قدر سے مجبور ہوں وہ ایسا ہے کہ مجھکو چار گھنٹہ گھوڑی کی پیٹھ پر اور تین گھنٹے بائیسکل پر (اگر بائیسکل نہو تو پھر دوسرے گھوڑے پر) شہر اور اطراف شہر میں پھرنا پڑتا ہے اور یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ مجھکو بیس میل کا یومیہ سفر ہو جاتا ہے - جو پائجامہ میں سواری میں پہنتا ہوں وہ اس کپڑے کا ہے جو ہاتھ سے نہیں پھٹ سکتا تاہم اسقدر جلد گھس گیا کہ جسپر مجھکو خود تعجب ہے ڈھیلے پائچے یا لٹھہ کا شرعی پاجامہ ایک دن مشکل سے کام دے سکتا ہے اس بات کا یقین آپ صرف اُس صورت میں کر سکتے ہیں کہ آپ مجھکو سچا آدمی خیال فرمائیں ورنہ بلا تجربہ کے اس کا یقین ہونا مشکل ہے پتلون اور پائجامہ میں جو فرق سواری کے اندر ہے وہ تجربہ پر موقوف ہے اس کا بیان کرنا مشکل ہے پہلے لوگوں کا اگر حوالہ دیا جاوے تو میں نصاب تعلیم کا حوالہ دونگا میرا لباس یوں نہیں تبدیل ہوگا بلکہ اسکی ترکیب یہ ہے کہ کوئی شخص السیاہی کام کرکے دکھلاوے اور پاجامہ انگا چوغہ ڈوپٹہ پہنے اور اگر وہ کامیاب ہو تو میں قسم کھاتا ہوں کہ فوراً لباس تبدیل کردونگا - عبادات میں - روزہ میں رکھتا ہوں زکوۃ دیتا ہوں - حج کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ پورا کرنے والے ہیں نماز جماعت کی تو کیا پابندی وقت سے بھی ادا نہیں ہوتی صبح کی نماز سے پہلے قضا پڑھتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ بُرا کرتا ہوں اور اسکی اصلاح میں کوشش کر رہا ہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تاکید وقت کی فرمائی ہے لیکن امام شافعی صاحبؒ نے جمع بین الصلوتین کا ایک خاص موقع پر فتویٰ دیا ہے - اور حضرت ابو داؤد صاحبؒ نے صرف لوگوں کے حرج ہونے پر جمع صلوۃ کا ذکر کیا ہے میں اخیر میں پھر اسقدر عرض کرتا ہوں کہ یہ عریضہ میں نے تین بجے رات کو لکھنا شروع کیا اور اڑھائی گھنٹہ میں ختم کیا لیکن اسمیں ایک لفظ بھی میرا آوردہ نہیں ہے قلم سے یوں ہی نکلتا چلا گیا میں اوسکو پڑھ کر دیکھتا ہوں تو اس کا بھیجنا داخل گستاخی سمجھتا ہوں لیکن صرف ایک خیال مجھکو اسکے بھیجنے پر مجبور کرتا ہے وہ یہ کہ طبیب کے سامنے اپنا مرض بیان کرنا داخل گستاخی نہیں ہے مثلاً کسی شخص کے سامنے اپنے اعضائے نہانی کھولنا سخت بیجا ہے لیکن اگر کسی کے کوئی پھوڑا ایسے مقام پر نکل آوے تو بلا تامل حکیم صاحب کو دکھلاتا ہے اور اگر حکیم کو دکھلانے میں یہ شخص اتنا ہی تامل کرے جتنا کہ معمولی طور پر عام آدمیوں سے کرتا ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ زخم اندر ہی اندر سڑ کر ناسور کرے گا اور اس شخص کی جان جاتی رہیگی میرا عقیدہ اور میرے خیالات جیسے کچھ ہیں اُن کو صرف اس نظر سے پیش کرتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو میری اصلاح کیجئے اور اگر میری اس پریشان تحریر میں آپکے نزدیک کوئی کام کی بات ہو تو للہ اسپر توجہ کیجئے وقت ایسا نازک ہے کہ مسلمان تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور انکی کوئی خبر

نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکے کلام میں تردید کیا ہی اگر آپکے نزدیک میں سچ کہتا ہوں تو اوسکو سنئے اور اگر غلطی پر ہوں تو میری اصلاح کیجئے آخر آپ کا ہوں مجھکو بچائیں کہ قیامت کے دن فضیحت نہ ہوں اگر آپکے نزدیک میری فلاح اسمیں ہو کہ میں نوکری چھوڑ دوں تو مجھکو صاف صاف ہدایت کیجئے ورنہ میں تو من وعن آپ پر ظاہر کر چکا اب میں اپنے عیب کھولنے پر آیا تو ایک اور بات بھی لکھدوں کیوں شبہ کو اپنے دل میں رکھوں وہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص عرب کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا یا ساری دنیا کی اصلاح کے لئے میرا خیال یہ ہی کہ صرف قوم عرب کی اصلاح کیلئے کیونکہ اس زمانہ کے عرب اپنی زبان میں بڑے فصیح و بلیغ تھے انکے لئے قرآن زبان عربی میں نازل فرمایا جس سے انکو یقین ہوگیا کہ وہ کلام بشر نہیں ہی اور اُن کو ماننا پڑا اور تمام عمر جناب پیغمبر خدا اسی قوم میں رہے اور جب انکی تکمیل ہو چکی آپنے وفات فرمائی دیگر اقوام نے آپکے قرآن کو اُس بنیاد پر نہیں مانا تھا جس پر کہ عرب نے مانا تھا بلکہ ان لوگوں کو قوم عرب نے بزور شمشیر زیر کیا اور اُن کو زبردستی مسلمان کیا اُنھوں نے آپسے معجزہ طلب نہیں کئے اور نہ مثل عرب کے قرآن پر ایمان لائے فتوحات میں دو قسم ہوئیں ایک وہ جنہوں نے عاجز آکر اور مقابلہ کی تاب نہ لاکر اسلام قبول کیا دوسری وہ جنھوں نے امن مانگی اور اپنے دین پر قایم رہکر جزیہ دینا قبول کیا ان پر دعوت اسلام پوری نہیں ہوئی سب سے بڑی بات غور طلب یہ ہی کہ جناب پیغمبر خدا تمام جہان میں تشریف نہیں لے گئے اور بہت لوگوں کو اس وقت بھی آپکے پیغمبر ہونے کی خبر نہیں ہوئی ہندوستان میں اسلام بہت زمانہ کے بعد آیا پھر جو ہندو یہاں رہتے تھے اُنکی ہدایت کیا ہوئی اور یہی حال امریکہ اور افریقہ اور بڑے حصہ یورپ اور ایشیا کا تھا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فرقہ کے اندر پیدا کیا اور اس میں وہ مر گئے۔ فقط۔

تقریر جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ؕ

بعد حمد و صلوٰۃ کے احقر نے مخاطب عزیز کی تمام تر تقریر کو کئی بار دیکھا چونکہ مثل اطبا مرض کے تشخیص مرض و تعیین اسباب میں بھی معالج کو شرم کرنا مضر ہی اس لئے ضرور ٹھیرا کہ آزادی کے ساتھ کلام کیا جاوے اس لئے اولاً اجمالی طور پر اسباب کو متعین کرنا ضروری سمجھتا ہوں جہاں تک تقریر مذکور کو دیکھا اور پڑھا معلوم ہوا کہ منشاء ان خیالات کا صرف دو امر ہیں اول علم شریعت میں مہارت کاملہ نہ ہونا دوسرے لامذہبوں کی تقریریں اور تحریریں سننا اور دیکھنا اس لئے علاج کلی تو یہ ہی کہ بقدر فرصت کسی قدر توجہ کرکے کم از کم ترجمہ قرآن مجید و مشکوٰۃ شریف کے بعض ابواب اور فقہ کی ایک پوری کتاب کسی سمجھدار آدمی سے پڑھ لیا جاوے اور مدعیان تحقیق و تہذیب جدید کی تقریرات و تحریرات کو

سمع وبصر تک نہ آنے دیا جاوے اور جزئی علاج یہ ہی کہ تقریر مذکور کے جواب کو جس کو بعد اجمال ہذا کے تفصیلی طور
پر لکھنا چاہتا ہوں بغور وانصاف خالی الذہن ہو کر دیکھا جاوے اللہ تعالیٰ سے امید ہی کہ سب شبہات دفع ہو جاویں گے
اور اصلاح عقیدہ تو فی الفور اور اصلاح عمل بتدریج حاصل ہو جاویگی اب وہ جواب تفصیلی سننا چاہیئے۔ سب سے اول مخاطب
عزیز نے یہ دعویٰ کیا ہی کہ جس نگاہ سے شریعت اور اتباع شریعت کو ہندوستان میں علماء دین دیکھتے ہیں وہ
شرائط اسلام نہیں ہیں اور اسکو تاریخی دلائل سے جس سے انقلاب اقوام کا معلوم ہوتا ہی ثابت کیا ہی مقام انصاف
ہے کہ جن لوگوں کی تمام عمر ایک علم کی تحصیل و ترقی میں گذر گئی اُن کی نگاہ جب قابل اعتبار نہیں تو ایک مؤرخ
کی نگاہ احکام شریعت کی تحقیق میں کس طرح لائق اعتماد ہوگی پھر یہ کہ عالم دین تو اپنے ہر دعویٰ کے اثبات کے لیئے
قرآن مجید کی آیت اور حدیث شریف کی روایت جو اللہ و رسول کا کلام صادق ہی پیش کریں اور مؤرخ صرف
اپنی رائے اور قیاس سے استدلال کرے پھر بھی عالم کا قول معتبر نہو اور صاحب رائے کی رائے کو ترجیح ہو اسکی وجہ
صرف یہی ہے کہ اہل الرائے کی نظر سے ابھی جمال شریعت محجوب ہے اور جسقدر پیش نظر ہے وہ محض ایک ناخن ہے
لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید کا یہی مطلب ہے میں صرف اسی مجمل انصاف پر قناعت نہ کروں گا بلکہ اس تاریخی دلیل
کی حالت دکھلاؤں گا خلاصہ اس واقعہ تاریخی کا صرف مسلمانوں اور دیگر اقوام کی حالت موازنہ کرنا ہی اور بدون
نئے رنگ کے اسلامی سلطنت کا قائم نہ رہ سکنا ہی سو اقوام کی ترقی و تنزل کی بحث اور اسکے اسباب کی تعیین یہ
محض زائد مضمون ہی البتہ دوسرا امر قابل توجہ ہی کہ بدون اس نئے رنگ کے حکومت کا قائم نہ رہ سکنا اور قومی
تاریخ کے لکھنے سے بھی مخاطب عزیز کا مقصود یہی ہی سو یہ امر ابتک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کون سا نیا رنگ ہے
جو علماء ہند کے نزدیک خلاف شریعت ہے اور اُس پر قیام سلطنت ہی اگر مراد اس سے جدید سامان حرب حفاظت
خود ہی سو اس کو کون سے ہندوستانی عالم نے خلاف شریعت بتلایا ہے اگر مسئلہ تشبہ سے شبہ پڑا ہی سو مسئلہ تشبہ کا
اول تو ہندوستانی علماء کا ایجاد نہیں ہے قرآن مجید میں موجود حدیث میں مذکور تمام دنیا کے علماء اس میں شریک
اور اگر کوئی عالم رومی روسی اسکے مخالف ہو وہ قرآن و حدیث کا مخالف ہو کر متروک القول قرار دیا جاویگا۔
پھر یہ کہ سامان حرب مسئلہ تشبہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور یوں مسئلہ تشبہ کی تحقیق نہ ہونے سے شبہ پڑ جاوے وہ
اور بات ہی بہر حال جسپر بقائے سلطنت موقوف ہی اس کو مسئلہ تشبہ سے کوئی علاقہ نہیں اور اگر مراد اس سے میز کرسی پر
کھانا کھانا مکانات میں تصویر کا لٹکانا وغیرہا ہی تو اسکو بقائے سلطنت سے کوئی علاقہ معلوم نہیں ہوتا ہی بہر حال وہ
نیا رنگ سمجھ میں نہیں آتا جسکو اہل فتویٰ حرام کہتے ہیں اور سلطنت بدون اسکے قائم نہ رہ سکے اور اگر واقع میں کوئی
ایسا نیا رنگ ہی جو خلاف شریعت بھی ہی اور بقاء سلطنت کا موقوف علیہ بھی ہی اور پراگندہ روزی پراگندہ دل سمجھکر
کے لیئے اس نئے رنگ کو گوارا کیا جاتا ہی تو خود مخاطب عزیز تھوڑی دیر کے لئے حق جل و علا شانہ کے تعلقات و حقوق اور

جواب شبہ اول

سلطنت وثروت کے فانی ثمرات کو میزان عقل و انصاف میں تول کر دیکھ لیں کس کا پلہ بھاری ہوتا ہے میں پوچھتا ہوں
ڈکیتی قانوناً جرم ہے لیکن اگر اسی قاعدہ کی بنا پر کہ ہم ایسا قانون لے کر کیا کرینگے جس سے پریشانی ہو اور مال کی
تنگی ہو برابر ڈکیتی کیا کرے اور گورنمنٹ کی ناراضی کا مطلق پاس نہ کرے اس شخص کے واسطے عقلاً کیا حکم کیا جاویگا
کیا اس کے لئے ڈکیتی کو جائز کہا جاویگا یا وہ اخلاص حاکم وقت کے خوشنودی کے ساتھ ہوس ثروت سے جو ارتکاب
جرم کے ساتھ ہو ہزار لاکھ درجہ افضل کہا جاویگا پھر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کیقدر گورنمنٹ کے برابر بھی نہو میں کہتا ہوں
کہ اگر کوئی ایسا وقت آوے کہ بلا کفر اختیار کئے ہوئے سلطنت قائم نہ رہ سکے تو مسلمان رہکر مرجانا اچھا ہے یا کافر ہوکر زندہ
رہنا اور پھر آخری بات یہ ہے کہ اگر باوجود فسق و کفر کے تمام اقوام متفق ہو کر کسی خاص قوم کی سلطنت چھین لیں اور فسق و
کفر بھی آڑ نہ بن سکے تو اسوقت پراگندہ روزی پراگندہ دل کا کیا علاج ہوگا۔ عزیزمن مال و جاہ مقصود بالعرض ہے
مقصود اصلی رضائے حق ہے اگر رضائے حق کے ساتھ ان دونوں کی حفاظت ہو سکے مضائقہ نہیں ورنہ وہ دونوں کتنے
روز کام آوینگے اور پھر آخری انجام کیا ہوگا۔ کیا مریض کو بدپرہیزی سے روکنا ناگوار نہیں ہوتا کیا اس کا دل پریشان
نہیں ہوتا مگر اس عاقبت اندیشی کی وجہ سے نعمت صحت کو اس عارضی لذت بدپرہیزی پر ترجیح دیجاتی ہے اور طبیب مشفق
اس ناگواری و تنگی کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا اسکے بعد جو دوسرا نتیجہ نکالا کہ اسلام ہمکو حکومت اور سلطنت نہیں سکھلاتا
بلکہ ذلت اور دریوزہ گری سکھلاتا ہے فی الواقع اسلام ایسی سلطنت نہیں سکھلاتا جس کا انجام نار جہنم ہو اور اگر ایسی سلطنت
کی بھی اجازت ہو تو بس قیامت کے روز فرعون بھی عرض کر دیگا کہ مجھکو تجربہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں خدائی کا دعوے
نہ کرتا تو میری حکومت جاتی رہتی لوگوں میں ذلت و خواری ہوتی بقائے سلطنت کے لئے میں عمر بھر یہ دعوی کرتا رہا کیا یہ
عذر اس کا مقبول ہوگا اور علی سبیل التنزل میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص نہایت عرقریزی کر کے یہ بات ثابت کردے
کہ بقائے سلطنت ضروری ہے اور وہ بدون ارتکاب معصیت کے ناممکن ہے تو اسکی ضرورت بقا کو مان کر کہا جاویگا کہ یہ
مسئلہ اکراہ کا ہے شریعت نے اس کا قانون بھی مقرر کر دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض مجبوریوں میں ارتکاب ظاہری کی
اجازت ہوگی مگر قلب سے کراہت و نفرت شدید ضروری ہے کیونکہ شرح صدر و طیب قلب کی تو کوئی ضرورت نہیں نہ کسی
مخلوق کو اس کا علم ہے جو اس شخص سے کراہت قلب پر مواخذہ و دار و گیر کر سکے غرض پھر بھی مخالفت شریعت کی اجازت
نہ ہوئی جو مخالفت ظاہری ہوئی ہے وہ بھی قانون اتباع میں داخل ہو گئی مگر میں پوچھتا ہوں کہ اگر ایسی مجبوری ہوگی
تو سلاطین کو ہوگی ہم عوام الناس کی کونسی حکومت و سلطنت ہاتھ سے نکلی جاتی تھی کہ ہم کو بھی ارتکاب مخالفت کی
ضرورت پڑی غرض سلاطین کی مجبوری ہمارے لئے مفید مطلب نہیں ہو سکتی اسکے بعد جو لکھا ہے کہ اگر سلطان روم
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کریں تو سلطنت نہیں کر سکتے سو اول تو یہ حکم رجماً بالغیب قابل تسلیم نہیں ہے
کہ سلطنت نہیں کر سکتے اگر کوئی شخص اسکے مناقض دعوی کرے کہ زیادہ خوبی کے ساتھ سلطنت کر سکتے ہیں تو اسکی

تکذیب کی کیا دلیل ہے اور اگر بالفرض مان بھی لیا جاوے جب بھی ہم کو مضر نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے طریقہ میں دو قسم کے امور ہیں ایک وہ جو فرض و واجب ہیں اُنکی پابندی تو کسی حال میں مضر سلطنت ہرگز
نہیں دوسرے وہ جو شرعاً ضروری نہیں مثلاً ارات کو گشت کرنا وغیرہ وغیرہ سو شریعت نے اس کا مکلف ہی نہیں بنایا
غرض جو امر شرعاً ضروری ہی وہ مضر سلطنت نہیں اور جو مضر سلطنت سمجھا جاتا ہی وہ شرعاً ضروری نہیں سو یہ دعوی
کیسے ثابت ہو کہ فتوی شریعت پر عمل کرنے سے سلطنت نہیں کر سکتے اسکے بعد یہ کہا ہی کہ اسوقت ملک علم سے ف۲
قائم ہی شمشیر سے نہیں اور اسکو بارود گولے کی ایجاد سے ثابت کیا ہے۔ عزیزمن اول تو جیسا بارود گولے کا علم ہے شمشیر
زنی کا بھی علم ہے اور اگر شمشیر زنی کو علم نہیں کہا جاتا تو گولہ باری کو علم کہنے کی کوئی وجہ نہیں غرض یا تو پہلے زمانہ میں بھی
ملک کو علم سے قائم کہا جاویگا یا اس زمانہ میں بھی علم کا دخل نہ مانا جاویگا پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ وہ علم نہ تھا یہ علم
ہے تو اس سے کیا مطلب حاصل ہوا ان علوم کو کسی مفتی ہندی نے خلاف شریعت بتلایا ہی جسکے وجہ سے تنزل کا الزام
فتوی علماء ہند پر لگایا جاوے رہا یہ افسوس کہ مسلمانوں نے اللہ کی نعمتوں کی قدر نہ کی اور بے قدری کی یہ دلیل کہ ف۳
پانی سے وہ کام نہ لیا جسکے وہ شایاں تھا بس پیاس میں پی لیا وضو کیا غسل کیا طہارت لی مخاطب عزیز کی خوش
فہمی کے اعتبار سے نہایت تعجب خیز تقریر ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ وضو و غسل وغیرہ سے بڑھکر وہ کام ہی جو اس سے
اب لیا جا رہا ہی بس اسکے متعلق اتنا دریافت کرنا ہی کہ واقع میں یہ جدید نعمتیں بہ نسبت وضو و غسل و طہارت کے زیادہ
اہتمام کے لایق ہیں تو حق جل و علا شانہ نے حضرات انبیا علیہم السلام کے ذریعہ سے ایسے کم درجہ کے فوائد تو کس اہتمام
سے تعلیم فرمائے اور ان صنائع سے ہزاروں سال تک اپنے بندوں کو اطلاع نہ دی اسکی کیا وجہ ہی دوسرے یہ کہ قیامت
میں بقول مخاطب عزیز کے اُن لوگوں سے جب سوال بے ترکیبی کا غالباً ہوگا جنھوں نے صرف طہارت و غسل وغیرہ میں پانی
کا استعمال کیا تو ضرور اُن لوگوں کے بڑے درجے ہوں گے جنھوں نے جدید صنائع میں کام لیا گو ایک وقت کی بھی نماز
نہ پڑھی ہو گو عمر بھر جنابت و خباثت میں گندے ہو کیونکہ عمل اعلی کے روبرو عمل ادنی کالعدم ہی تو اس بنا پر رات دن کے عبادت
کرنے والے لذ نعوذ دوزخ ہونگے اور فساق و فجار بلکہ کفار بھی نعوذ باللہ مقیم جنت ہونگے کیا سچ مچ کسی حساب و کتاب کے اعتقاد ف۴
رکھنے والے کا دل اس کو قبول کرتا ہی رہا یہ سوال کہ مسلمانوں نے اسطرف کیوں توجہ نہ کی اسکو اصل مقصود سے کہ دعوی وجوب
اتباع شریعت ہی کچھ تعلق نہیں ہی نہ آج تک کسی نے ان امور کو خلاف شریعت کہا پھر خواہ اُسکی کچھ ہی وجہ ہو بلا اگر
ہم سستی و کاہلی ہی کو اس کا سبب قرار دیں جیسا کہ مقصود سوال کا ہی تب بھی ہم کو اپنے اصلی دعوی سے کہ اتباع شریعت ف۵
واجب ہے دست بردار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے اسمیں گفتگو کرنا محض لا طائل ہی اسکے بعد مقاصد اسلام
سے لاعلمی کا اظہار کیا ہی یہ اور زیادہ تعجب انگیز بات ہی اسلام کے احکام و مقاصد تو اسقدر مشہور و معروف ہیں کہ شاید
مخالفین ہند و منکرین اسلام بھی اس کو جانتے گو کسی وجہ سے نہ مانتے ہوں رہا یہ امر کہ جس چیز کی طرف

مسلمانوں کو بلایا جاتا ہی وہ اس سے بہت دور نکل گئے ہیں ہو غرضیکہ یہ شامت مسلمانوں کی ہے کہ اپنے مالک حقیقی کے احکام سے ایسے اجنبی ہو گئے ہیں تو کیا انکی حالت متغیر ہو جانے سے اسلام کو چاہئے کہ اپنی حالت متغیر کر کے لا مذہبی کا نام اسلام قرار دیدے جس سے وہ مسلمانوں میں ضرور شمار کئے جاویں یاد رکہنا چاہیئے کہ احکام اسلام کی اسقدر کافی تکمیل ہو چکی ہے کہ قیامت تک انہیں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا جو کوئی اُس کو مانے گا نجات ہو گی نہ ملنے گا خسران ابدی میں مبتلا ہوگا اگر تعلیم احکام کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ لوگوں کی حالت سے اس کو بہت بعد نہ ہو تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع انبیاء علیہم السلام طوفان بے تمیزی کے زمانوں میں بت پرستی کو رد کنے کیوں تشریف لائے تھے حضرت نوح علیہ السلام بنص قرآنی ساڑھے نوسو برس تک اسی دُھن میں لگے رہے اور کبھی یہ خیال نہ فرمایا نہ من جانب اللہ ان کو حکم ہوا کہ تم ایسی چیز کیطرف کیوں بُلاتے ہو جس سے وہ کوسوں دور نکل گئے ہیں کفار کے نہ ماننے سے یہ نہوا کہ اس کلمہ توحید ہی میں تخفیف و رعایت ہو جاتی بلکہ منکرین کو عذاب طوفان میں مبتلا کیا گیا قرآن مجید کے صاف الفاظ میں یہ قصہ مذکور ہے پھر اس وقت میں اگر ایسی ہی بے تمیزی عام ہو جاوے تو کیا علماء کو واجب یا جائز ہو گا کہ احکام میں تحریف کر دیں اور برابر انظہار حق کئے جاویں اور جو یہ لکھا ہی کہ جو باتیں ہمارے علماء دین تعلیم کرتے ہیں اس میں زمانہ موجود کے موافق ذلت اور خواری کے سوا کچھ نظر نہیں آتا الخ اسکی نسبت اس قدر کہنا کافی ہو کہ جو کچھ وہ تعلیم کرتے ہیں

آیا موافق وحی کے تعلیم کرتے ہیں یا اپنی رائے سے اگر کہا جاوے کہ اپنی رائے سے کرتے ہیں تو محض غلط ہی اس واسطے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ برابر اپنے دعویٰ کے لئے آیۃ و حدیث پیش کرتے ہیں پھر ہم کسطرح کہیں کہ اپنی رائے سے تعلیم کرتے ہیں لامحالہ قائل ہونا پڑے گا کہ وہ تعلیم موافق وحی کے ہے پھر یہ اعتراض کس پر ہوا نعوذ باللہ یہ تو حضرت حق جلت عظمتہ پر اعتراض پھر گیا کہ ایسے احکام کیوں مقرر کئے جو اس زمانہ میں موجب ذلت ہیں پھر اس اعتراض کا جواب تو صرف علماء کے ذمہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے ذمہ ہی۔ اب اسکی اصلی وجہ سننا چاہیئے کہ اتباع احکام سے اگر کسی وقت میں ذلت و خواری ہو تو آیا ان احکام میں کوئی فتور ہے یا کسی مخلوق کا قصور ہے اسکے دریافت ہو جانے سے ہزاروں شبہات بلکہ تمام شبہات مٹ جاوینگے۔ اول عزت و ذلت عند الخلق کی حقیقت سمجھنا ضرور ہی یہ دونوں صفتیں موجودات حقیقیہ میں سے نہیں بلکہ موجودات اضافیہ میں سے ہیں یعنی خلق کے علم و اعتقاد میں کسی کی حالت کا عظیم ہونا۔ یہ اُس صاحب حالت کی عزت ہے اور کسی حالت کا حقیر ہونا یہ اُس صاحب حالت کی ذلت ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ صفتیں اعتقاد و زعم خلق کے تابع ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک شخص برہنہ میلا کچیلا ایک معتقد کی نظر میں بہت بڑا ہی اور دوسرے کی نظر میں محض ہوا و خوار ہے جب یہ بات معلوم ہو چکی تو اب سمجھو کہ اسلامی حالت بھی موجب اعزاز اس شخص کی نظر میں ہو سکتی ہی جو احکام اسلام کو نظر عظمت سے دیکھتا ہو بخلاف اس شخص کے جو خود اس کو ہی ایک امر لغو و بیکار سمجھتا ہو اسکی نظر میں وہی امر جو موجب عزت تھا موجب ذلت ہو گا تو اس میں احکام کا کیا قصور ہوا غلط بینی اس شخص کی ہوئی جو اپنی عقیدہ میں اسکو موجب

حقارت سمجھتا ہے. اب انصاف کرنا چاہیئے کہ اگر کسی شخص کا اعتقاد یقیناً غلط ہو اور وہ اس لئے اتباع احکام کو موجب ذلت سمجھتا ہو تو کیا اسکے اعتقاد غلط کا اتباع کر کے اس امر کو چھوڑ دیا جاویگا یا خود اس شخص کو غلط کار سمجھکر اُس امر حق پر استقامت و استقلال سے قائم رہا جاویگا سو اگر ایک شخص نے رشوۃ کو بُرا سمجھا اور سود کو بُرا سمجھا ناجائز نوکری کو بُرا سمجھا اور گھاس کھود کر اپنا پیٹ پالا اس نے عقل کی رو سے کیا بُرائی کی پھر اس حالت کو حقیر سمجھنے سے کیا اس کو حق تعالی کی مخالفت کر کے اللہ تعالیٰ کی نظر میں ذلیل بن جانا چاہیئے اندلس میں ایک زمانہ گذرا ہے کہ خود مسلمان رہنا ذلت کی بات تھی اور بدون عیسائیت کے ہرگز آبرو و جان محفوظ نہیں رہ سکتی تھی تو اب اس مقدمہ خاص میں کیا اُن لوگوں پر الزام ہوگا جنھوں نے اسلام پر قایم رہکر آبرو اور ایمان جان سب قربان کر دی یا اُن ظالموں کا قصور قرار دیا جاویگا جنھوں نے اس عزیز حالت کو موجب ذلت و غضب قرار دیا کیا حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کفار نے کوئی دقیقہ نعوذ باللہ ایذا و اہانت کا اُٹھا رکھا کیا کھلم کھلا گالیاں نہیں دیں کیا ان کو سنگسار نہیں کیا پھر انھوں نے ان ہی بہشت اور حوروں کی توقع میں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی تحصیل کے لئے کیوں اس ذلت و اذیت کو گوارا کیا افسوس ایسی موٹی بات میں فہیم لوگ غور نہیں کرتے اور اگر قلت مال کا نام ذلت ہے تو چاہیئے دنیا میں چور و قزاق جو بڑے مالدار ہیں نہایت معزز قرار دیئے جاویں اور ان حرام ذرائع کی نسبت جس میں آمدنی بالکل محدود ہو اس چوری قزاقی کو ترجیح دیجاوے چوری و قزاقی اسی لئے موجب ذلت ہو کہ قانونی جرم ہے پھر اگر قانون الٰہی کے اعتبار سے کوئی چیز جرم ہو تو اس کو کیوں موجب اعزاز قرار دیا جاتا ہو اچھا اعزاز بھی ہوا لیکن بعد مرگ جب کشاکشی ہوگی تو کیا یہ دلائل اسوقت مقبول و مسموع ہونگی بس یہ بات ہو کہ کسی کو یہاں ذلت وہاں عزت کسی کو یہاں عزت وہاں ذلت اب اسیں پر معتقد آخرت فیصلہ کر کے ترجیح دیسکتا ہو اور یہ کہنا کہ جس طریقہ سے علماء بتلاتے ہیں دنیا بقدر ضرورت بھی حاصل نہیں ہوتی بالکل غلط ہو اور اُسکے ثبوت کے لئے جو مثال فرض کی ہو کہ ایک شخص کو عالم بنایا اب وہ کیا کرے الخ سو اول تو یہ کہتا کون ہو کہ ہر شخص عالم اصطلاحی بنایا جاوے اہل تحقیق تو یوں کہتے ہیں کہ جس شخص کو اطمینان قلب میسر ہو خواہ کسی ذریعہ ظاہری سے خواہ قوت توکل سے وہ علم دین میں تکمیل کرے اور عمر بھر خدمت دین میں مصروف رہے اس کے حق میں تو یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیا کرے رہ گئے بے اطمینان و حریص و طماع لوگ اُن کو چاہیئے کہ بقدر ضرورت احکام دینیہ یاد کر کے اپنی معاش میں مشغول ہوں اور وقتاً فوقتاً اہل علم سے اپنے واقعات و ضروریات کی متعلق تحقیق و تفتیش کرتے رہیں اُن کے حق میں یہ سوال معقول ہو کہ کون سا کام کریں تو یہ تو دل کھولکر باآواز بلند کہا جاویگا کہ حرام کام نہ کریں پھر مباح کام میں لوہار و بڑھی اور تار برقی اور ریل سب کام برابر ہیں اس کو کس نے منع کیا ہو اگر کوئی شخص ان صنائع کی تعلیم کا اہتمام کرے بڑی خوشی کی بات ہو مگر ان سب کاموں کے لئے جا بیجا ضرور یہ جو اصلاح چاہتے ہیں وہ بے زر ہیں جو زردار ہیں اُن کو بجز اسکے کہ مسلمان کو وحشی اور بد تہذیب بتلائیں اور انکی وحشت اور بد تہذیبی

کا علاج دہریت کو بتلائیں اور کچھ آتا نہیں خیر بہر حال خواہ اس کا اہتمام کیا جاوے یا نہ کیا جاوے یہ خلاف شرع کسی کے
نزدیک نہیں اس کے بعد مدارس اسلامیہ پر اعتراض ہی کہ ہمارا یہ کام نہیں جو آیا پڑھا دیا بلکہ وہ مفید طرز اختیار کریں جس سے ۹۹
ہمارے بھائیوں کو نفع پہونچے یہ تشریح نہ کی گئی کہ اس سے نفع دنیوی مراد ہی یا نفع دینی اور دنیوی نفع مراد ہی تو کیا صرف اسی کا
حاصل کر لینا کافی ہی اور کیا نفع دین کی احتیاج نہیں ہی اور اگر نفع دینی مراد ہی تو کیا اُس کے لئے تعلیم علوم دینیہ کی حاجت نہیں
اور کیا مدارس سے یہ نفع حاصل نہیں ہو رہا یہ میں نہیں کہتا کہ اگر سو طالب علم پڑھتے ہیں تو ہر شخص ان میں سے ابو حنیفہ و
غزالی بنجاتا ہی مگر یہ بھی ضروری بات ہے کہ بہت سے ان میں کام کے بھی ہوتے ہیں جنسے ہزاروں کو نفع پہونچتا
ہے جس شخص نے تفصیلاً مدارس و فضلار فارغین کا مشاہدہ کیا ہی اسکی نظر میں یہ امر محسوس ہی اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ
اُس میں کوئی اصلاح کی ضرورت نہیں بہت سی اصلاحوں کی ضرورت ہی۔ لیکن اگر سُستی یا قلت سرمایہ سے یا اور کسی وجہ سے
اس اصلاح میں توقف ہو تو کیا جتنا کام ہو رہا ہی اسکو بھی موقوف کر دیا جائے پھر اگر ہمت کر کے کوئی یہی کہدے کہ ہاں
موقوف کر دیا جاوے تو اس سے یہ پوچھا جاوے گا کہ پھر علوم دینیہ کا ابقار ضروری ہی یا نہیں اگر کہا جاوے کہ کچھ ضروری
نہیں ایسے شخص سے تو خطاب ہی لاحاصل ہی اسکو بجائے اسکے کہ ضرورت علم دین کی اسکی روبرو ثابت کی جاوے تجدید
اسلام کا مشورہ دیا جاوے گا اور اگر ضروری ہے تو اس سلسلہ کے ابقار کا پھر کیا طریقہ ہے ظاہر ہی کہ بجز تعلیم و
تعلم کے اور کوئی طریقہ نہیں پھر مدارس عربیہ میں جسقدر ہو رہا ہی ثابت ہوا کہ وہ غنیمت ہی اسکو بیکار وہی شخص سمجھ
سکتا ہی جسکو اپنے افعال و اقوال کی نسبت یہ فکر نہ ہو کہ آیا یہ سب مرضی حق تعالیٰ کے موافق ہیں یا مخالف جب یہ فکر
ہو گی اسکی تفتیش کے درپے ہو گا اور تفتیش کے بعد ان لوگوں سے پتہ لگے گا جو چھوٹی لنگی اور پیوند زدہ کرتہ پہنے ایک
کہنہ چٹائی پر ایک بوسیدہ کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہیں جب روز روز اُس سے مشکلات حل ہونگے جب سمجھ میں
آویگا کہ یہ جماعت کس کام کی ہے اور اس کام کی کتنی ضرورت ہی اور وہ ان ہی بے نظم مدارس سے چل رہا ہی اور
جس کو اسی کی ضرورت نہ ہو واقعی اُسکے نزدیک یہ سب قصہ مہمل ہی اور آگے جو قصہ ایک خدمت گذار معتقد
علمار کا لکھا ہی کہ وہ ضروری مسائل سے ناواقف تھا سو اسمیں علمار کا کیا قصور ہے یہ اس شخص کی بے توجہی
ہے کہ اُسنے کبھی کسی سے نہ پوچھا اور بے پوچھے علمار کس کس چیز کو بتلاتے پھریں انکی مثال طبیب کی سی ہی کہ کسی
مریض نے کچھ شکایت کی قارورہ و نبض دیکھکر نسخہ لکھدیا یہ ضروری کام تو ان کے ذمہ اسیقدر ہے البتہ بعض
ایسے عالی ہمت بھی ہیں کہ مسلمانوں کی حالت کی خود نگرانی کر کے ضروریات سے اطلاع دیتے ہیں اس کا طریق
وعظ گوئی ہے سو اُس کا اندازہ واعظین تو کسی شمار و قطار میں نہیں محض جاہل ہیں ان میں جو خیر خواہ و ہمدرد واعظ
ہیں انکے ساتھ حکام و رعایا کی طرف سے جو معاملہ ہوتا ہی بجز انبیا و اولیار کے اُس کا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا اب
ان بیچاروں پر وعظ کہیں سوائے اسکے کہ ایک گوشہ میں بیٹھ جاویں اور جو اُن سے دریافت کرے جواب دیدیں اور بیٹھ

بتھلائے خطرہ میں پڑنا ہر شخص کی ہمت نہیں نہ عقلاً و نقلاً کوئی اس کا مکلف ہے۔ اسکے بعد علماء کی حالت کو اصلاح کے قابل بتلایا ہے میں اس کا بھی انکار نہیں کرتا لیکن اگر شامت اعمال سے کسی عالم نے اپنی حالت درست نہ کی تو اُن کا یہ کہنا تو غلط نہیں ہو سکتا کہ اتباع شریعت واجب ہے اُن کے اس قول پر تو عمل کرنا ضرور ہوگا غایۃ ما فی الباب یہ کہ اُن سے بھی کہا جاوے گا کہ تم کیوں نہیں عمل کرتے یہ کیا وجہ کہ اُن کی درستی کا انتظار کیا جاوے اور اسکے بعد اپنی درستی کا وعدہ کیا جاوے اپنی درستی کے لیے تو اُن کا قول کافی ہے اور اگر فعل ہی کی ضرورت ہے تو کیا تمام علماء کے افعال نادرست ہیں پھر اُنکی تقلید کیوں نہیں کیجاتی جب درستی کا ارادہ نہیں
ف۱۰ ہوتا ہزاروں حیلے نکل آتے ہیں اور عازم درستی کے لیے ہر وقت درستی ممکن ہے اسکے بعد ترمیم نصاب تعلیم کو شد کے طور پر لائے ہیں کہ زمانہ کے بدل جانے سے احکام بدلجاتے ہیں اور اس سے کوٹ پتلوں کا جواز ثابت کرنا چاہا ہے
عزیز من تمام امور دو قسم پر ہیں مقاصد اور ذرائع مقاصد جو شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں۔ آسمان بدلجائے زمین بدلجائے مگر وہ نہیں بدلتے اور زمانے کے بدلنے سے تو وہ کیا بدلیں گے ان احکام کا بدلنے والا ملحد و زندیق ہوتا ہے رہ گئے ذرائع وہ اصل میں اُن مقاصد کی تحصیل کے لیے ہوتے ہیں سو ممکن ہے کہ ایک زمانہ میں ایک مقصود کسی خاص طریقہ سے حاصل ہوتا ہو اُس زمانہ میں وہ طریق مطلوب ہوگا دوسرے زمانہ میں وہ مقصود دوسرے طریق سے حاصل ہونے لگا اس وقت طریق اول کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کیا بشرطیکہ دوسرا طریق کسی نص سے ممنوع الاستعمال نہ ہو اسکی مثال یہ ہے کہ حج مقصود ہے اور ہوائی جہاز میں سفر کرنا اس کا طریق تھا اب حج میں تو کسی مصلحت سے تغیر نہیں ہو سکتا مثلاً حج ماہ ذی الحجہ میں ہوتا ہے کسی شخص کو محرم میں فرصت ہوتی ہے اسکے لیے محرم میں جائز ہو جاوے یہ ناممکن ہے اور طریق میں تغیر ہو سکتا ہے مثلاً بجائے ہوائی جہاز کے اب دخانی جہاز چلنے لگا اب پہلا طریق ترک کر کے دوسرا طریق اختیار کرنا جائز ہے جب یہ قاعدہ سمجھ میں آگیا تو سمجھنا چاہیئے کہ تحصیل علم دین مقصود ہے اور نصاب خاص اس کا آلہ اور ذریعہ کسب حلال مقصود ہے حرفت اور صنعت اس کا آلہ سو زمانہ کے بدلنے سے اگر نصاب تعلیم بدل دیا جانا جائز ہو تو اس سے مقاصد کی تبدیل کا جواز لازم نہیں آتا اور حرمت تشبہ بالکفار مقاصد شرعیہ میں سے ہے قرآن و حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہے سو جب تک کسی امر میں تشبہ رہے گا وہ کسی زمانہ کے بدلنے سے نہیں بدل سکتا البتہ اگر کسی وقت میں کسی وجہ سے وہ تشبہ ہی نہ رہے تو اب بوجہ اسکے کہ قانون تشبہ سے خارج
ف۱۱ ہوگیا مباح ہوگا۔ تو باوجود اس تفاوت کے کوٹ پتلون کو نصاب تعلیم پر کس طرح قیاس کرنا صحیح ہے اور یہ کونسی نئی بات ہوگی جسکو علماء دس برس پہلے حرام بتلاتے تھے اور اب اسکے جواز پر فتوے دیئے جاتے ہیں اگر وہ ذرائع میں سے ہے تو اسکی تبدیل کا قاعدہ بھی معلوم ہو چکا ہے اور اگر وہ مقاصد میں سے ہے تو اس میں ایسی تبدیل کوئی نہیں کر سکتا اور اگر کسی نے ایسا کیا ہو اسکی غلطی ہے کسی کی غلطی سے قواعد شرعیہ نہیں بدل سکتے عجب نہیں کہ تعلیم انگریزی

اس سے مراد ہو تو جان لینا چاہیئے کہ اسکو جسنے ممنوع کہا تھا یا اب بھی کہہ رہا ہے نہ صرف زبان کی وجہ سے بلکہ
جو مفاسد اسکے ساتھ فی الحال مقرون ہوتے ہیں یا آیندہ چلکر ہو جاتے ہیں سو واقع میں اُن مفاسد کو
حرام کہنا مقصود ہے سو وہ اب کون عالم ہو گا جسنے اُن مفاسد کے جواز پر فتویٰ دیدیا ہو گا اسکے بعد فقرہ ۱۱
علماء پر گوشہ نشینی کا الزام لگایا عزیز من آپکو خبر نہیں جس پیغمبر (روحی فداہ) کا آپ کلمہ پڑھ رہے ہیں اور آپکی
تصدیق و محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہیں اور واقع میں یہی ہے آپنے اس زمانہ کی علامات بیان فرماکر
بڑی تاکید اور زور سے مشورہ دیا ہی کہ گوشہ میں پڑکر بلکہ جنگل میں کسی درخت کی جڑ دانت سے پکڑ کر اپنی
جان دیدو اور فرمایا ہی کہ وہ ایسا زمانہ ہو گا جس میں صبح کو مسلمان اور شام کو کافر اور صبحکو کافر شام کو مسلمان
یہ حال ہو جاویگا اور فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ ہر شخص اپنی حرص ہی کی اطاعت کرتا ہے اور خواہش نفسانی
کی پیروی کرتا ہے اور دنیا کا آخرت پر ترجیح دیتا ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرتا ہے تو بس تم
اسوقت اپنا دین سنبھالو اور عوام سے تعرض مت کرو۔ عزیز من ان علامات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ وہ
زمانہ یہی ہے پھر علماء نے کیا برا کیا جو گوشہ اختیار کیا جو لوگ گوشوں سے نکل نکل ان فتنوں میں گھستے
ہیں اگر اللہ تعالے نے اُن کو قوت ولایت عنایت فرمائی ہے تب تو خیر وہ سلامت رہتے ہیں ورنہ اکثر
لوگ دوسروں کی اصلاح میں خود بگڑ جاتے ہیں جس طرح کوئی دلدل میں آ گیا ہو کوشش کرے کہ دوسروں کو نکالوں گا
کچھ تعجب نہیں کہ خود ہی الجھ جاوے اور بڑی وجہ اسکی یہی ہے کہ جسکی اصلاح کرتا ہے وہ خود اپنی اصلاح نہیں
چاہتے۔ اسواسطے ادھر اثر نہیں ہوتا اور یہ شخص بعض اوقات بامید اصلاح اُنکے ساتھ مداہنت و نرمی سے
پیش آتا ہے اور اُنکے اقوال و افعال پر چشم پوشی کرتا ہے شدہ شدہ خود اُس کا دل ظلمانی ہو جاتا ہی
چنانچہ بارہا اس کا مشاہدہ ہوتا ہی پس جس حالت میں دنیا پرستوں کی یہ کیفیت ہے کہ علماء کو اپنے رنگ
میں ملانا چاہتے ہیں اور خود اُنکے رنگ میں نہیں آنا چاہتے تو بتلاؤ کہ عبث تضییع اوقات و آوارہ گردی
سے کیا نفع بس اپنا ہی دین بچ جاوے تو غنیمت ہے البتہ جو شخص خود درخواست اصلاح کی کرے اسکی اصلاح کے
لئے سب حاضر ہیں جب تک توقع اصلاح کی باقی رہے اور جب مایوسی ہو جاوے اس وقت بجائے وعظ و نصیحت
کے حق تعالے سے دعاء و التجاء ہدایت کی کیجاتی ہی۔ فقرہ ۱۲ اسکے بعد تین اجزاء دین کے لکھے ہیں عقائد و عبادات و معاملات
اور دو چیزیں رہ گئی ہیں آداب معاشرہ و اصلاح نفس خیر یہ سب چیزیں واقع میں اجزائے دین ہیں مگر اسکے
بعد جو لکھا ہے کہ اعتقادات کا کوئی نصاب نہیں خدا جانے اعتقادات کے کیا معنی سمجھ لئے ہیں جو اسکے
نصاب کی نفی کر دی اعتقادات چند معدود چیزوں کی تصدیق کا نام ہی تو وہ سب چیزیں مفصل طور پر جدا جدا
کتب میں مدون و مجتمع ہیں اور ہر دعوی پر دلائل قایم ہیں یہ خود مستقل علم ہے عبادات و معاملات کے تابع نہیں

جیسا مخاطب عزیز نے لکھا ہے غرض یہ جزو فہرست اجزا سے نہ گھٹ سکا جس سے دینیات کا اختصار ثابت کرنا مقصود تھا بلکہ یہ جزو سب اجزا سے بڑھکر مہتم بالشان ہی اور اسمیں بڑے بڑے عقلا کو لغزشیں ہوئی ہیں اور اسی جزو کے اندر اختلاف بیجا کرنے سے بہتر فرقے گمراہ پیدا ہو گئے جن میں سے اسوقت ہندوستان میں معتزلیوں کی ترقی ہی اور اکثر تصانیف و لکچر اسی مذہب اعتزال سے مملو و مشحون ہیں جن سے ہزاروں تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں بھلا اتنی بڑی چیز کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہی دوسرا حصہ عبادات کا ہے جسمیں آگے کلام آتا ہے یہ بھی بہت بڑا حصہ ہے تیسرا حصہ معاملات کا ہے اس کو مخاطب عزیز نے تابع سلطنت قرار دے کر اسکی بھی صفائی کر دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملات کے جزو دین ہونے کے معنی نہیں سمجھے معاملات کا واقع ہونا جزو دین نہیں بلکہ واقع ہونے کے وقت صحیح و مطابق قواعد شرع کے ہونا یہ جزو دین ہی اس میں سلطنت ہو یا نہو جب کوئی معاملہ مطابق شرع کے ہوگا صحیح ہوگا اگر مخالف ہوگا فاسد ہوگا یہ دونوں شرعی مسئلے ہر حال میں صحیح ہیں اسمیں سلطنت و مسکنت دونوں مساوی ہیں آگے جو لکھا ہی کہ زنا سے سنگسار نہیں ہوتے چوری سے ہاتھ نہیں کٹتے اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ معاملات خارج از دین ہو گئے یا جو کچھ اب ہو رہا ہی یہ سب جائز ہے اس کا جو حکم شرعی تھا کہ رجم و قطع ید واجب ہے وہ اب بھی بحالہ محفوظ ہے خواہ قدرت نہ ہونے کی وجہ سے اسپر مسلمان عمل نہ کر سکیں اس میں عاصی ہوں یا معذور ہوں یہ دوسری بحث ہی اس سے علم معاملات کا واجب التحصیل نہونا کس طرح لازم آیا علم دین کی تکمیل کے لئے تو اب بھی اسکے مسائل کا معلوم کرنا واجب و فرض ہی اگر یہ شبہ ہو کہ پھر اس کا نفع کیا سو نفع اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالی کے احکام کا علم صحیح ہو جاویگا یہ نہ سمجھے کہ اس میں سزائے جرمانہ و جیل کافی ہے اسکے بعد جو صورت فرض کی ہے وہ ذرا نازک ہے مگر اس میں بھی کلام کرنا چاہتا ہوں زنا کی نالش ایک دعوی ہے اور عند الحاکم اس دعوے کے لئے گواہ کی ضرورت ہے اور گواہ ہونے چاہئیں چار اور جو جو اسکی شرائط کتب دینیہ میں مذکور ہیں وہ سب مجتمع ہونا چاہئے پھر خود اسکے صریح طور پر دیکھنے اور نہ دیکھنے سے بھی احکام کا فرق ہو جاتا ہی اور اس عورت کی زوجہ و خواہر و مادر ہونے کے اعتبار سے بھی اختلاف احکام ہو جاتا ہی میں سب کی تفصیل لکھتا مگر بخوف تطویل سب کو حذف کر کے اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ فی الواقع جن صورتوں میں شریعت نے دعوی کی اجازت نہیں دی دعوی کرنا حرام اور سخت معصیت ہے اور اگر دعوی کیا بلا شک یہ شخص معین ہوگا حکم مخالف شرع کا رہا یہ شبہ کہ پھر کیا کرے کیا خاموش ہو کر بیٹھ رہے میں پوچھتا ہوں کہ اگر بالفرض اس کو کوئی گواہ معاینہ کا میسر نہو اور کوئی شخص جھوٹی گواہی پر رضامند نہ ہو تو اسوقت میں پوچھتا ہوں کہ یہ شخص کیا کرے جو اس سوال کا جواب ہے وہی عزیز مخاطب کے سوال کا جواب ہے اور جن صورتوں میں دعوی کرنا جائز ہو بیشک دعوی کرے رہا یہ امر کہ حکم قانونی خلاف حکم شرع ہے اور یہ شخص اس کا معین ہی سو جو سزا

اس میں قانوناً ہے وہ شرعاً تعزیر ہے اور جو سزائے شرعی ہے وہ حد ہے اور تعزیر بہ نسبت حد کے خفیف ہے سو جو شخص اس مجبوری سے کہ اس کا پورا حق نہ ملے گا اپنا پورا حق چھوڑ کر جزو حق کا دعویٰ کرے اور وہ اسکو دلایا جاوے تو اس مدعی کو کیوں گناہ ہوگا اسنے کونسی مخالفت شریعت کی کی جس شخص کے ہزار روپے کسی کے ذمہ واجب ہوں مگر پانسو کی تو میعاد گذر گئی اس لئے اسکے وصول سے مایوسی ہے پانسو تازہ قرض تھا اسکی ڈگری ہوگئی تو اس صورت میں حاکم پر جو کچھ بھی الزام ہو مگر اس شخص پر کوئی معصیت نہیں نہ اسنے کوئی مخالفت شرع کی کی۔ نہ مخالفت کی اعانت کی مگر قطع نظر ان سب امور کے یہ علم دینیات سے خارج کیوں کر دیا جاوے اگر تمام جہان بد پرہیزی کرنے لگے تو علم طب کا ایک حصہ اس بنا پر خارج کر دینا چاہیے کہ اسکے موافق کوئی عمل تو کرتا نہیں پھر کیا فائدہ رہا یہ سوال کہ طالب علموں کو ان جرائم کی سزائے شرعی پڑھانے سے کیا فائدہ اس کا ایک فائدہ تو اوپر ذکر کر چکا ہوں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بدون تعلم و تعلیم کے ابقار علم ممکن نہیں اگر یہ سلسلہ منقطع ہو جاوے تو قطعاً اتنا جزو دین کا علم مفقود ہو جاوے پھر اگر کسی وقت اسکی ضرورت پڑے تو بتلانے والے کہاں سے آئیں گے اور اگر ایسا ہی حذف کرنا ہے تو سب سے اول قرآن مجید میں اختصار کرنا چاہیے کہ سب علوم کی جڑ وہی ہے کیونکہ جب ان احکام پر عمل نہیں ہوتا تو پھر اُن آیات سے کیا فائدہ پھر خدانخواستہ اگر کسی موقع پر نماز و روزہ سے ممانعت ہو جاوے تو وہ آیتیں بھی کم کر دی جاویں کہ یہ سب بیفائدہ ہیں پھر نعوذ باللہ اگر مسلمان رہنے کی اجازت نہ رہے تو وہ آیتیں بھی نکال دی جاویں کہ یہ بھی بیفائدہ ہیں غرض اس طرح تو سارا اسلام اور قرآن سب بیکار ٹھہرتا ہے الٰہی توبہ اسکے بعد جو تنگ ہو کر مسلمانوں کو دعا سے خیر دی ہے کہ اللہ میاں اس جہان سے ان کو اٹھا لیں تو انکی نجات ہو عزیز من آپنے تو یہ طعن سے لکھا ہے مگر اتفاقی بات ہے کہ قلم سے سچا مضمون نکل گیا واقع میں اس وقت اسلام خالص پر قائم رہنا اسقدر مشکل ہے جیسا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے زمانہ میں اسلام پر قایم رہنا اسقدر دشوار ہوگا جیسے چنگاری کو مٹھی کے اندر بند کرنا اور اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے آشوب کے زمانہ میں جو شخص دین پر عمل کریگا اسکو پچاس صحابی کے برابر اجر ملے گا اور اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ آج وہ زمانہ ہے کہ ظاہر زمین بطن زمین سے بہتر ہے یعنی حیات اور ایک وہ وقت آویگا کہ بطن زمین ظاہر زمین سے بہتر ہوگا یعنی موت کوئی شک نہیں اس فتنہ کے زمانہ میں اگر کوئی شخص اپنا دین لب گور تک سلامت لیجاوے اس نے بڑا کام کیا یا الٰہی مدد فرمائیو ایمان پر خاتمہ کیجو اس کے بعد چھوٹے معاملات کو اردو کی کتابوں میں عقیدہ اور عبادت کے باب کو نہایت مختصر کیا گیا ہے جس طرح مخاطب عزیز نے علماء پر بیخبری واقعات دنیا کا حکم لگایا ہے اس مضمون سے مخاطب عزیز پر بیخبری واقعات دینیہ کا حکم لگایا جانا صحیح ہے عزیز من دین پر عمل کرنیوالوں کو عبادات و معاملات میں جو نئی نئی صورتیں روزانہ پیش آتی ہیں اُن کا احصاء و شمار کرنیکا قصد کیا جاوے ممکن نہیں اور ہر صورۃ کے متعلق جداگانہ حکم جب صورتیں خارج از شمار ہیں تو اُن کے

احکام اسقدر مختصر کیوں کر ہو سکتے ہیں اسکی تصدیق کے لئے ایک ہفتہ یا ایک ماہ کسی فتوی نویس عالم کے خطوط کو
دیکھا جاوے ممکن ہی کہ اس میں بعضے فضول سوال بھی ہوں اُن کو سہا کر کے ضروری سوالات جو روزمرہ پیش آتے
ہیں منتخب کر کے اُن ہی اُردو کی کتابوں اور قرآن مجید کے رکوع صوم میں اُن کے احکام ڈھونڈھے جاویں
تب اس دعوی کی صحت یا غلطی معلوم ہو اور یوں بلا تجربہ و مشاہدہ جو کچھ کہا جاوے قابل التفات نہیں آنعزیز نے دس
برس پر تعجب کیا جس کا نام کمال علم دین ہے وہ تو پچاس برس میں بھی خاطر خواہ میسر نہیں ہوتا میری اس قدر عمر
اس خدمت میں گذر رہی ہے مگر ابتک یہ مسئلہ مجھکو معلوم نہیں اور نہ کسی کتاب میں اب تک مجھکو ملا اور روزمرہ
واقع ہوتا ہی کہ مسافر امام کے سلام کے بعد جب مقتدی کھڑا ہو کر نماز پوری کرے تو یہ تو معلوم ہے کہ فاتحہ نہیں
پڑھتا مگر قومہ میں سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا لک الحمد کہے یا نہ کہے بھلا کسی اردو کی کتاب یا قرآن مجید
کے کسی رکوع میں سے یہ مسئلہ نکال تو دیا جاوے اور اگر رائے سے جواب دیا جاوے تو ہر شخص کی رائے
معتبر نہیں جس شخص نے تمام اصول و فروع و دلائل و نظائر کو احاطہ کیا ہو اسی کی رائے بھی قابل اعتبار ہو سکتی ہے
سو یہ احاطہ سالہا سال میں جا کر نصیب ہوتا ہے اب بتلاؤ کہ دس برس زائد ہیں یا کم اُسکے بعد جو مسجد کا رستہ لینے و۱۴
والوں پر عیب لگایا ہی سو جس نے مسجد تحصیل مال کے لیے سنبھالی بہت برا کیا شریعت اس کو بھی لتاڑتی ہی اور اگر
عبادت و علم کے لئے ایسا کیا اور رزق کو اللہ تعالی کے ذمہ سمجھا تو کیا برائی کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
بعد نبوۃ اگر مسجد نشینی نہیں کی تو کیا کیا اور صحابہ سے ہدایا اور تحائف کیا قبول نہیں فرمائے اور کیا آپ کو قرآن مجید
میں یہ نہیں فرمایا وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها لا نسئلك رزقا نحن نرزقك الآیۃ پھر
اس میں عیب کیا ہوا ساری بات یہ ہے کہ جو شخص ظاہری ٹیپ ٹاپ سے رہتا ہے اسکے عیوب بھی موجب تحقیر
نہیں ہوتے اور جو شخص مسکنت و غربت سے رہتا ہی اُسکے ہنر بھی باعث تذلیل ہوتے ہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ مسجد
نشینوں کے فتوحات جو منجانب اللہ عنایت ہوتے ہیں جسقدر لوگوں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہیں کیا کسی بڑے عہدہ دار
کی رشوت کی کمائی اسقدر نظر میں حقیر اور ذلیل ہی ہرگز نہیں اور یہی وجہ کہ اہل ثروت کا کفر و فسق نظر میں نہیں کھٹکتا اور
غریب مسلمانوں کی دینداری و اطاعت خداوندی بے قدری کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہی الی اللہ المشتکی اسکے بعد کوٹ پتلون کی و۱۵
حکایت مذکور ہے اور ٹوپی کی تبدیل کو قومی لباس بنجانے کے لئے کافی کہا گیا ہی جس سے سخت حیرت ہے اگر
کوئی شخص زنانہ پائجامہ، زنانہ کرتہ، زنانہ دوپٹہ پہنے مگر سر پر امتیاز کے لئے ٹوپی بھی اوڑھے کیا کوئی عاقل
اس شخص کے لباس کو صرف ٹوپی کی وجہ سے مردانہ لباس کہہ سکتا ہے بلکہ اگر تمام تر لباس مردانہ ہو مگر
ایک کپڑا صرف زنانہ ہو جب بھی لوگ اس کو ہنسیں گے حالانکہ غالب حصہ مردانہ لباس ہے پھر اسکے عکس
میں تو کیا ہونا چاہئے اور یہ جو پیشین گوئی کی ہے کہ دس بیس برس کے بعد منکرین کو بھی پہننا پڑیگا سو اول

تو بلا دلیل یہ پیشین گوئی مقبول نہیں پھر اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہوا تو اس وقت یوں کہو کہ یہ لباس بہت
عام ہوگا اور جو خصوصیت غیر اقوام کے ساتھ اس لباس کو ہے جس خصوصیت کی وجہ سے تشبہ کا حکم
کیا جاتا ہے یہ خصوصیت جاتی رہے گی جب خصوصیت گئی تو تشبہ بھی گیا پھر اگر مانع بھی پہننے لگے تو حرج
کیا ہوگا لیکن جب تک خصوصیت باقی ہے اور تشبہ حاصل ہے حکم شرعی کس طرح اسپر متوجہ نہ ہوگا اسکے بعد
سواری میں اس لباس کی ضرورت الخ ہے سو میں اگر گھوڑے کی سواری جانتا تب تو اس کا عملی جواب
دیتا مگر افسوس کہ اب اس سے قاصر ہوں لیکن اب بھی کئی شافی جواب رکھتا ہوں اول انگریز مدت سے
گھوڑے پر خوب سوار ہوتے ہیں دوم بہت لوگ اسپ سوار دیکھے جو پچاس میل کا دورہ کرتے تھے مگر
یہ لباس ان کے پاس نہیں دیکھا وہ کیونکر سوار ہوتے ہیں سوم اگر یہ ہندوستانی کپڑا سواری میں جلد
پھٹ جاتا ہے تو خدا کا فضل ہے ایک پائجامہ کی جگہ چار پائجامہ بنا لیئے جاویں چہارم اگر اسی کپڑے کا
پائجامہ بنایا جاوے تو یہ بھی ممکن ہے کہ بشکل پاجامہ ہندوستانی کے بنایا جاوے ٹخنے بھی کھلے رہیں
پتلون بنانے کی کیا حاجت ہے پنجم اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدون اسکے سواری میں تکلیف ہوتی ہے تو غایت
سے غایت صرف ایک چیز کی ضرورت ثابت ہوئی بشرطیکہ ٹخنا ضرور کھلا ہو وہ بھی ایک خاص وقت میں اسکے علاوہ
جو بہت سی چیزیں خلاف شرع کمرہ میں موجود ہیں چنانچہ تصویر و باجہ وغیرہ اسکی کون ضرورت ہے اسی طرح
غیر وقت سواری میں اس لباس کی کیا حاجت ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ گھوڑے سے فارغ ہو کر اسکو نکال دیا جاوے اور
پہننے کے وقت بھی اسکی کراہت و نفرت دل میں رکھی جاوے اس طرح ضرورت بھی رفع ہو گئی اور زیادہ مخالفت
بھی شریعت کی نہ ہوئی اس لئے کہ الضرورات تبیح المحظورات خود مسئلہ شرعیہ ہے مگر اسکے ساتھ الضروری یتقدر
بقدر الضرورۃ بھی حکم ہے یعنی ضرورت سے جس چیز کی اجازت ہوئی ہے وہ حد ضرورت تک جائز ہوگی مثلاً
ضرورت بحوث فیہا میں اگر صرف پتلون سے ضرورت رفع ہو جاوے تو کوٹ جائز نہ ہوگا جب صرف سواری کے وقت
احتیاج ہے غیر وقت میں جائز نہ ہوگا جب صرف استعمال بدنی کی حاجت ہے دل سے اس کو پسند کرنا جائز نہ ہوگا دوائی
تلخ جو بضرورت استعمال کیجاتی ہے کیا اس سے کوئی دل سے خوش ہوتا ہے اگر وہ مکروہ طبعی ہے تو یہ مکروہ شرعی
ہے پھر اسمیں کراہت و نفرت نہ ہونے کی کیا وجہ اس طرح اگر استعمال ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عفو ہو جاوے
اور اس میں بھی بدون اس بات کے نہیں رہا جاتا نہیں ۔ کہ اگر حاکم ضلع بالمشافہ کسی خاص شخص کو
بلا کر قطعاً کوٹ پتلون کی ممانعت کر دے اسوقت یہ عذر جو بمقابلہ حکم شرعی کے پیش کئے ہیں حاکم مذکور کے روبرو
پیش کرنے کی مجال ہو سکتی ہے بھلا حاکم حقیقی کے احکام کو اقل درجہ حاکم مجازی کے برابر تو سمجھنا چاہیئے اسکے
بعد جمع بین الصلوتین کا مسئلہ ذکر کیا ہے غرض من اسی قسم علماء کوشش کرتے ہیں کہ دینیات کا علم کافی ہو نہ غیر وجہ بکر

ورنہ علم ناتمام سے خود رائی کا نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ تو تحقیق کرنا چاہیئے کہ کون موقع پر فتوی دیا ہی اور وہ موقع آنعزیز کو پیش آتا ہی یا نہیں بتلاؤ یہ قیاس اور رائی محض نہیں تو کیا ہی افسوس ہی کہ کسی حاکم کے قانون میں بلا تحقیق اسطرح یوں ہی اٹکل پچو قیاس کرکے کوئی عمل کر سکتا ہی کوئی لفظ بھی مشتبہ ہوتا ہے تو اسکو جگہ جگہ دکھلاتے پھرتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے اور اگر ہر جگہ جدا مطلب معلوم ہو تو جس میں سب سے زیادہ احتیاط ہو اسپر عمل کرتے ہیں اور احکام خداوندی میں ایسی بیباکی کہ فتوی دوسری موقع کا اور اسکو جاری کر لیا اور جگہ خیال کرنے کی بات ہی کہ بے پروائی کی بات ہی یا نہیں ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جو محدث ہیں حدیث نقل کردی محدث کا کام نقل کردینا ہے اسکا سمجھنا اور احکام میں تطبیق دینا یہ کام فقہاء و مجتہدین کا ہی سو تمام امت کا اسپر اجماع ہے (اور اجماع حجۃ قطعیہ ہے مثل قرآن و حدیث کے) کہ بلا سفر و مرض جمع کرنا حرام ہے اور نماز صحیح نہیں ہوگی اور سفر و مرض میں بھی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جائز نہیں اور جو نظیر میں نے اوپر قانون حکومت پر عمل کرنے کی لکھی ہے وہ اس مسئلہ میں امام صاحب کے قول کو ترجیح دینے کے لیئے کافی ہے اور جب کہ سفر و مرض بھی نہ ہو تو یہ جرأت کس طرح ہو سکتی ہے خدا کے لیئے اس کو ترک کرنا چاہیئے اسطرح نماز بالکل ذمہ رہتی ہے اور جتنی نمازیں اس قسم کی پڑھی ہیں تخمینہ کرکے ان کی قضا کرنا چاہیئے اسکے بعد معذرۃ نسبت اظہار شبہات کے لکھی ہی یہ آنعزیز کی ممتاز حیثیت و سعادتمندی ہے ورنہ مجھ میں نہ طبابت کی لیاقت ہی نہ علاج کی قابلیت مگر محض خیر خواہی و دلسوزی سے جو کچھ جی میں فی البدیہ آیا لکھدیا اگر اب بھی کوئی شبہ ہو تو بے تکلف پیش کیا جاوی مگر جو بات ہو مربوط ہو غیر مربوط مضامین سے کلام پھر اس کا جواب بہت طویل ہو جاتا ہے یہی وجہ ہوئی اس تقریر کے بڑھ جانے کی کہ اکثر مضامین مدعائے اصلی سے محض زائد تھے اور یوں جیسے مضامین ہونگے انشاء اللہ تعالی برابر جواب دونگا اور جو مجھکو معلوم نہو گا اور کسی عالم کا پتہ بتلادوں گا اگر آنعزیز کو طلب حق دل سے ہوگی اور اپنی رائے میں احتمال غلطی کا ہوگا تو انشاء اللہ تعالی حق واضح ہو جائیگا اور میں نے صرف یہی جواب نہیں لکھا بلکہ برابر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی غلطی سے نجات بخشکر ہدایت حق کی فرماوے اللہ تعالی قبول فرماویں اسکے بعد جو نوکری کے متعلق استفسار کیا ہی عزیز من وہ ایک فرع ہے مقدم درستی اصول کی ہی اسلئے میں نہ ابھی اس نوکری کو جائز کہوں نہ ناجائز بعد تشفی و اصلاح اصول کے انشاء اللہ تعالی جو کچھ اس میں میری تحقیق ہے ظاہر کروں گا چندے مجھکو مہلت دی جاوی اور امور اختلافیہ کا فیصلہ کر لیا جاوی۔ سب سے آخر میں جو شبہ خصوصیت بعثت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے اصلاح عرب کے لکھا ہی اس سے رونگٹے کھڑے ہو گئے (یہ نہ سمجھیں کہ بس یہ جواب ہو گیا جواب تو آگے لکھتا ہوں مگر یہ اظہار ہی ایک طبعی حالت کا) عزیز من

فصل

یہ عقیدہ یہود کا تھا جسکی تردید قرآن وحدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور حضور کا عامہ خلایق کی طرف مبعوث ہونا منصوص ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا اور ارشاد ہوا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور حضور نے ارشاد فرمایا ہے بعثت الی الخلق کافۃ اور حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص میری خبر سن لے خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ ایمان نہ لاوے ضرور دوزخی ہوگا یہ تو قولی حجت ہے اب عملی دلیل سنئے حضور نے قیصر روم و کسریٰ فارس و نجاشی حبشہ مقوقش مصر کے پاس فرمان مبارک اسلام لانے کے لئے اور درصورت مسلمان نہ ہونے کے اُن پر گناہ و وبال کے لکھ لکھ کر بھیجے اگر آپ کی بعثت خاص ہوتی آپ ایسا امر کیوں فرماتے اب ان نصوص کے بعد اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے کہ آپ جمیع خلق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اب جو امور مخاطب عزیز کے اس خیال کے اسباب ہیں انکی نسبت لکھتا ہوں۔ امر اول موجب شبہ اس زمانہ کے عرب اپنی زبان میں فصیح و بلیغ تھے ان کے لئے قرآن زبان عربی میں نازل ہوا جس سے ان کو یقین ہوا کہ وہ کلام بشر نہیں فقط عزیز من اول تو علاوہ کلام اللہ حضور کے معجزات ہزاروں ہیں جنکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اگر کلام اللہ کو نہ سمجھا کوئی حرج نہیں پھر یہ کہ جب ایک قوم نے بعد ہزاروں مخالفت کے آپ کو مان لیا دوسروں کے لئے صرف یہ امر کافی ہے کہ جو لوگ اس فن کے ماہر ہیں اور وہ مقابلہ سے عاجز ہوگئے ضرور یہ کلام معجزہ ہے پس معجزہ قرآنی بالمعنی عام ہوگیا امر دوم موجب شبہ تمام عمر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس قوم میں رہے اور جب انکی تکمیل ہوگئی وفات فرمائی فقط میں کہتا ہوں یہ کیا ضرور ہے کہ جو شخص کسی جماعت کی اصلاح کے لئے بھیجا جاوے وہ ہر شخص کے پاس جایا کرے ورنہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ عرب میں بھی جن بستیوں میں آپ تشریف نہیں لے گئے وہ بھی آپ کے دائرۂ نبوۃ سے خارج ہوں اگر کہا جاوے کہ ملک عرب سب ایک ملک ہے ہم کہیں گے سب زمین عالم کی ایک زمین ہے اگر آپ ہر جگہ تشریف نہیں لے گئے تو آپ کے فرمان مبارک تو جا بجا پہنچے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے اور تکمیل عرب کے بعد وفات فرمانا یہ بھی کوئی حجت نہیں اگر کوئی حکیم مصلح کسی خاص بستی کی اصلاح کے لئے بھیجا جاوے اور پچاس سو لایق آدمیوں کی تکمیل کرکے اور باقیوں کی تکمیل اُن کے حوالہ کرکے واپس چلا جاوے کیا یوں کہا جاوے گا کہ بس جنکی تکمیل ہوئی اُن ہی لوگوں کی اصلاح مقصود ہے یا یوں کہیں گے کہ اصلاح سب کی مد نظر تھی مگر بعض کی تکمیل سے سلسلہ تکمیل کا جاری ہوگیا اس لئے اب رہنے کی ضرورت نہوئی امر سوم موجب شبہ دیگر اقوام نے آپکے قرآن کو اُس بنیاد پر نہ مانا جسپر عرب نے مانا تھا بلکہ اُن لوگوں کو عرب نے بزور شمشیر زیر کیا اور اوروں کو زبردستی مسلمان کیا الخ میں کہتا ہوں قرآن مجید کا معجزہ عام ہونا اوپر ثابت ہوچکا ہے سو جب حق واضح ہوگیا اسکی مخالفت عقلاً کسی کو جائز نہ ہوگی

اس لئے قانون اسلام نے مزاحم و مخالف کی قوت کو گوارا نہ کیا اطاعت کی یہی دو صورتیں ہیں ۔ اسلام یا جزیہ خود قانون اسلامی ہے صحابہ کی ایجاد نہیں قرآن و حدیث کے ماہر پر یہ امر مخفی نہیں اور یہ امر گو ہمارے دعویٰ میں مضر نہیں مگر بالکل خلاف واقع ہے کہ زبردستی مسلمان کیا صحابہ اول تبلیغ کرتے تھے اور رفع شبہات و مناظرہ کی اجازت دیتے تھے اور وضوح حق کے بعد ترک مخالفت میں زبردستی بھی جو عقلاً جائز ہے چنانچہ بعد ثبوت حکومت کے گورنمنٹ کے باغی کو سزا دینا بالکل درست و موافق عقل کے ہے اور ترک مخالفت کی یہی دو صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں امر چہارم موجب شبہ بہت لوگوں کو آپکے پیغمبر ہونیکی خبر نہیں ہوئی فقط میں کہتا ہوں عموم بعثت کے لئے یہ ضرور نہیں کہ سب کو خبر ہو جاوے بلکہ رحمت خداوندی سے امید ہے یہ وسعت ہے کہ جس جس کو خبر ہوتی جاوے قبول کرتے جاویں اور جسکو خبر نہ ہو وہ معذور ہے امر پنجم موجب شبہ ہندوستان و امریکہ و افریقہ کی ہدایت کیا ہوئی فقط اس کا جواب امر شبہ چہارم میں گذر چکا میرا ارادہ آمیں زیادہ لکھنے کا تھا مگر چونکہ عموم بعثت کے دلائل بہت قطعی و صاف ہیں اور شبہات مذکورہ نہایت ضعیف اس لئے اختصار کیا گیا اگر خدانخواستہ یہ کافی نہوں تو اس سے زیادہ لکھنے کو طیار ہوں واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ

علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین

خط نصیحت آمیز جس کا ذکر خطبہ میں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت عالی مرتبت مجمع اخلاق والطاف سلمہم اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ ہر چند کہ مجھکو آپسے صوری نیاز حاصل نہیں مگر آپکے اخلاق و اوصاف سے غائبانہ تعلق ہے جس نے اس عرض کی جرأت دلائی میری گمنامی و ناشناسائی پر نظر نہ فرمایئے بلکہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال کو پیش نظر رکھئے اب بنام خدا شروع کرتا ہوں مکرما جہاں تک آپکے مساعی و تصانیف کو غور کرکے دیکھا یوں معلوم ہوا کہ آپ کو دو چیزیں مقصود ہیں خیر خواہی اسلام و خیر خواہی مسلمانان خیر خواہی اسلام نے اس پہ مجبور کیا کہ جو اعتراضات مذہب اسلام پر مخالفین نے کئے ہیں ان کے جواب دیئے جاویں اور خیر خواہی مسلمانان اس امر کا باعث ہوئی کہ مسلمانان جو حضیض تنزل میں گرے ہیں انکو ترقی پر پہونچایا جاوے ان دونوں مقصودوں کے مستحسن ہونے میں کسی منصف کو کلام نہیں ہو سکتا

مگر صرف غور طلب یہ امر ہے کہ اسکے ذرائع اور وسائل کیا چیز ہیں اسکی تعیین باعث اختلاف خیالات سیاسی جمہور اہل اسلام ہے - آپنے اسلام کے اوپر سے اعتراض رفع کرنے کی یہ صورت ٹھیرائی کہ جو تحقیقات جدیدہ ہیں ان میں کلام نہ کیا جاوے بلکہ جس طرح بن پڑے اسلام کو اُسپر منطبق کردیا جاوے اور منشاء اس تجویز کا صرف یہ دلیل ہے کہ تحقیقات جدیدہ مطابق واقع کے ہیں اور اسلام مطابق واقع کے نہیں دوسرے مقدمہ کے تسلیم میں تو کسی مسلمان کو گنجایش نہیں ہاں پہلا مقدمہ وہ محل کلام ہے اسکی کیا دلیل ہے کہ سب تحقیقات جدیدہ صحیح ہیں تمثیلاً بعض امور کو پیش کرنا چاہتا ہوں مثلاً فلاسفہ کی تحقیق ہے کہ آسمان کوئی مجسم چیز نہیں بھلا اس کے صحت پر کون دلیل قائم ہے اگر یہ رنگ جو نظر آتا ہے آسمان نہو اس سے آگے بہت دور موافق حدیث صحیح کے پانچسو برس کی مسافہ پر پہلا آسمان موجود ہو اس سے آگے اور سماوات ہوں تو کونسی دلیل عقلی قطعی کی مخالفت لازم آتی ہے مثلاً انکی تحقیق ہے کہ اصحاب کہف اور یاجوج ماجوج اور جن موافق عقائد اسلام موجود نہیں اسکی کیا دلیل اگر کہیے کہ باوجود تلاش ملے نہیں جن نظر نہیں آئے تو جہان میں کسی چیز کا نہ ملنا نظر نہ آنا دلیل اسکے عدم کی نہیں ہوتی امریکہ کا حال پہلے معلوم نہ تھا سیاحان ارض کو پتہ نہ لگا تھا اور معتبر اخبار سے ثابت ہوتا ہے کہ نئے نئے حصے نکلتے آتے ہیں تو کیا یہ مقامات اسوقت معدوم تھے رہا یہ کہ جن شہروں کا نام مفسرین نے لکھا ہے وہاں نہیں ہے تو اول حق تعالی میں قدرت ہے کہ باوجودیکہ انہیں مقامات میں موجود ہوں پھر محجوب کردیئے جاویں چنانچہ عنقریب بحث معجزہ میں یہ مضمون آتا ہے اور بعد تسلیم ان مقامات میں نہ سہی اور کہیں ہوں نصوص کی کیوں تاویل کیجاوے مثلاً فلاسفہ جدیدہ نے معجزات انبیاء کا انکار کیا اسوجہ سے کہ یہ خلاف فطرت ہے اسپر کونسی شافی دلیل موجود ہے جس سے نصوص کو مصروف عن الظاہر کیا جاوے رہا یہ کہ خلاف فطرت ہے سو فطرت کی ماہیت آج تک متعین نہیں ہوئی جس سے کوئی قاعدہ منضبط ہو سکے نہ کسی دلیل یقینی سے ثابت ہوا کہ فطرت کے خلاف کیوں محال ہے اگر فطرت کی حقیقت عادت الہی ٹھیرایئے اور دلیل استحالہ خلاف فطرت یہ ٹھیرایئے کہ عادت الہی وعدہ فعلی ہے اس کا خلاف مثل وعدہ قولی کے محال ہوگا سو اول تو ان دونوں مقدموں میں کلام ہے کیونکہ عادۃ الہی اول وعدہ نہیں یہ امر دلیل طلب ہے دوسرے عادت کے لئے یہی ضرور نہیں کہ ہر روز واقع ہوا کرے بعض امور میں یوں ہی عادت ہو کہ گاہ گاہ واقع ہوجاتا ہو اور معجزات اسی قبیل سے ہوں اس سے اس استدلال کا جواب بھی ہوگیا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا یہ جب ہے کہ ان آیات کے وہی معنی تسلیم کرلئے جاویں جو آپ فرماتے ہیں اور اگر دوسری توجیہ کیجاوے جیسا کہ مفسرین محققین نے کی ہے اور وہ توجیہ آپکی تاویلات سے زیادہ بعید نہیں اس وقت استدلال ہی صحیح نہیں جواب کی کیا حاجت ہے دوسرے کیا ریل و تار برقی اور فوٹوگراف اور ٹیلیفون اور فونوفون اور خاک و بلا کیا ایجاد ہوا ہے آپ انصاف سے فرمائیے کہ اگر یہ چیزیں کسی نے نہ دیکھی ہوں اور آپ کا قاعدہ کہ خلاف عادت محال ہے اس کے نزدیک مسلم ہو تو وہ ان چیزوں کے وجود کا اس قاعدہ

سے انکار کریگا یا نہیں ضرور انکار کریگا پس اگر وہ قاعدہ صحیح ہے تو آپ کو بھی ان چیزوں کا انکار ضروری ہے
بلکہ صانع عالم کا ماننا ضروری نہ ہوگا اگر ان چیزوں کا وجود مسلم ہے تو قاعدہ سے دست بردار ہونا ضروری ہے اگر
یہ شبہہ ہو کہ یہ چیزیں تو مستند الی الاسباب ہیں اور معجزہ تو بلا سبب ایک فعل ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسباب
دنیاویہ اختیاریہ للعباد میں انحصار اسباب کا کسی دلیل سے ثابت ہونا چاہیے حق تعالی کی مشیت و حکم کیا نہ سبب ہے
اسکے سبب ہونے میں کیا خرابی عقلی ہے پس ثابت ہوا کہ انبیا سے معجزہ ہر قسم کا صادر ہونا ممکن ہے پھر کیوں نصوص
کی تاویل کیجاوے یہی حال دوسری تحقیقات جدیدہ کا ہے کہ اکثر اس میں مخدوش اور مبنی بر تخمین و تقلید ہیں البتہ
اگر کوئی دلیل عقلی ایسی ہو کہ اسکے تمام مقدمات برہانی ہوں یا مشاہدہ صحیحہ ہو جس میں احتمال غلط فہمی کا نہو اور
پھر کوئی نص ظاہر اُسکے مخالف معلوم ہو اسوقت اس نص میں تاویل مناسب ضروری ہے مثلاً نصوص قرآنیہ سے
ید اور وجہ وغیرہ حق تعالی کے لئے ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور دلیل قطعی سے افتقار اجزا ثابت ہے ان لفظوں میں
البتہ تاویل کی گئی اور تاویل میں بھی یہ شرط ہے کہ موافق قواعد عربیہ و شرعیہ ہو ورنہ وہ تحریف ہے آپکی تاویلات والا
بلا ضرورت جیسا اوپر بیان ہوا ثانیا نہ قواعد عربیہ کی پابندی نہ قواعد شرعیہ کی پہلے علما نے بھی ملاحدہ کے
جواب دئیے ہیں مگر اس طرح کہ اول انکی تحقیقات کو منہدم کیا اور جس تحقیق کو بالکل صحیح پایا اس جگہ مناسب تاویل
کی ہے اس جگہ سے معلوم ہو گیا کہ آپنے جو اکثر احادیث نبویہ کو غیر معتبر ٹھیرایا ہے اسکی بھی کوئی دلیل نہیں اگر دلیل مخالفت
دلیل عقلی ہے تو معلوم ہو چکا کہ دلیل عقلی سے مراد دلیل قطعی ہے نہ کہ دلیل وہمی ورنہ اس دلیل عقلی کی تعیین مشکل
ہو جاویگی پس کون بعض کی عقل کو اس کا معیار قرار دیگا کیونکہ عقول میں تفاوت فاحش ہے پھر ہر شخص کی عقلی تحقیق
جدا ہوگی اور سب کو صحیح ماننا پڑیگا اسمیں تو اجتماع نقیضین و ارتفاع ضدین لازم آویگا مثلاً بطلیموس اور فیثاغورس
حرکت و سکون زمین و آسمان میں مختلف ہیں افلاطون و ارسطو حدوث و قدم ارواح میں متخالف ہیں پھر ایک کی تحقیق
تو ضرور غلط ہوگی ہرگاہ تحقیق عقلی کی غلطی بھی ممکن ہوئی تو آپ کو کیسے وثوق ہوا کہ آپکی عقلی دلیل ایسی صحیح ہے کہ لابد نص
میں تاویل ہی واجب ہے معلوم ہوا کہ کسی کی عقل ان امور میں قابل وثوق نہیں جنکی نبوۃ و اخبار عن الواقع مسلم ہے انکی خبر قابل
اعتبار ہوگی عقل کا کام اتنا ہی ہے کہ توحید و رسالت کہ اصول نقلیہ میں سے ہیں سمجھ لے آگے فروعات میں زمام اختیار بدست
حاکم حقیقی اور اسکے خلیفہ اعظم دیدے دیکھئے جب سلطان وقت بعد تدبر و تفکر کے اپنے کسی حاکم کی معرفت کوئی قانون
ملک میں جاری کر دیتا ہے تو اس تحقیق کی تو ضرورت ہے کہ یہ سلطان ہے اور فلاں شخص اس کا حاکم تاکہ بے اصل منادی پر
جو کسی نے براہ بغاوت یا براہ تمسخر شہر میں کردی عمل نہ کریں اور جب یہ دونوں امر محقق ہو گئے تو اب اُس قانون میں غور کرنا
کہ ہماری عقل کے خلاف تو نہیں محض ناجائز ہے اگر ایسا کیا اور اپنی عقل کا اتباع کر کے قانون کا انکار کیا یا تاویل بعید کی
تو مفسد ہوگا اور اگر یہ باب مفتوح ہو تو ملک میں قوانین کا جاری ہونا موقوف ہو جاوے اور بغاوت عالمگیر ہو جاوے یہی حال

حاکم حقیقی کے قوانین کا سمجھنا چاہئے اور اگر انکار حدیث اس بنا پر ہے کہ ان میں کسی قدر اختلاف ہے سو اتنا غور فرما لیجئے کہ تواریخ واخبار میں اختلاف ہوتا ہے یا نہیں ہر گاہ اختلاف موجود ہے پھر چاہئے کہ کوئی تاریخ وخبر معتبر نہ ٹھہرے جیسے مورخین راویان اخبار کے معتبر ہونے کو دیکھ کر مان لیتے ہیں اور اختلاف کو مضر تسلیم نہیں سمجھتے ایسے ہی حدیث میں رواۃ اسناد کے حالات اسمار الرجال سے تحقیق کر کے اسکے ساتھ ہی عملدرآمد کریں تو کیا حرج ہے اس تقریر بالا سے غالباً آپکے تمامی خیالات کا جو باعث ایسی تحریرات کے ہوئے جواب ہو گیا ہے علاوہ اسکے ہر کارے وہر مردے تحقیقات دینیہ میں گفتگو کرنا اور لوگوں کا کام تھا آپ اس جملہ سے یہ نہ سمجھئے کہ میں آپکے علم وعقل کا منکر ہوں یہ بات نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ ہر امر میں اس شخص کی وقعت وتاثیر ہوتی ہے جس میں اسکا پہلے سے اعتبار ہو علماء محققین کی تحقیقات مسلمانوں میں معتبر سمجھی گئی ہیں اور وہ لوگ اس کام کو کم وبیش کر بھی رہے ہیں وہ آپ خدمت کے کافی سمجھے دوسرے یہ کہ ہر شے کے لئے ہر زمانہ میں اسکے مناسب لوازم وخواص وآثار ہوتے ہیں اول تو ہر زمانہ میں نہیں تو اپنے زمانہ میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تحقیق مسائل کے لئے اتنی چیزیں ضروری ہیں کہ شخص عالم مشہور ہو متقی پرہیزگار ہو یہی شغل زیادہ ہو لوگ اس کو دیندار وفہیم سمجھتے ہوں۔ دنیا میں زیادہ آلودہ نہ ہو۔ اور جس شخص میں یہ صفات نہوں اس کو اس میدان میں قدم نہ رکھنا چاہئے کیونکہ سعی لاطائل وجہد باطل ہے سو جیسے حالت اسوقت آپ کی ہے ایسی حالت پر آپ کی کوئی تحقیق صحیح بھی ہوتی تب بھی سکوت فرمانا چاہئے تھا کیونکہ ایسی حالت میں بولنا اور بولانا بھی ایسا جو سارے جہان کے خلاف ہو بیٹھے بٹھلائے اپنے مسلمان بھائیوں میں تفرقہ ڈالنا ہے جسکو آپ سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہیں اور تعجب ہے کہ اس تفرقہ کی غضب عظیم پر آپ غور نہیں فرماتے یہاں تک تو خیر خواہی اسلام پر معروض کیا گیا۔ دوسرا امر مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی ترقی کی تدبیرات کرنا ہے اسکے مستحسن ہونے میں کبھی کوئی کلام نہیں کرتا تاہم اسکے متعلق جو تدابیر کیجاتی ہیں وہ البتہ غور طلب ہیں خلاصہ تمام تر آپکی کارروائیوں کا یہ ہے کہ انگریزی میں اعلی درجہ کی لیاقت واستعداد حاصل کر کے بڑے بڑے عہدے اور حکام تک رسائی اور قوم میں وقعت حاصل کریں میں اسمیں زیادہ گفتگو کرنا کہ انگریزی پڑھنا بحالت کذائیہ کیسا ہے اور اس کا اثر کھلی آنکھوں مذہب پر کہاں تک پڑ رہا ہے نہیں چاہتا کہ اولاً اسمیں بحث طویل ہے دوسرے علماء سے تحقیق ہو سکتی ہے صرف اسقدر عرض کرتا ہوں کہ اول تو ترقی قومی انگریزی پڑھنے میں منحصر نہیں بہیری راہیں ہیں اگر ترقی وقعت مطلوب ہے تو ترقی مالی اس کا ذریعہ ہے اسزمانہ میں دیکھا جاتا ہے کہ علم وکمالات پر کسی کی بھی نظر نہیں الا ماشاء اللہ۔ عوام میں حکام میں مالدار کا اعتبار ہے اسکی عزت ہے اس کو خطاب والقاب ملتے ہیں اکثر مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے مجسٹریٹی وغیرہ عہدے بھی ملجاتے ہیں مشورۂ حکام میں بھی شریک کئے جاتے ہیں خواہ انگریزی ایک حرف بھی نہ جانتے ہوں اور اگر ترقی مالی مطلوب ہے

تو تجارت و صنعت سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں کہ ہر شخص ہر وقت میں پیشہ ور و تاجر کا محتاج ہے تعلیم انگریزی خواں فیصدی دس جمعیت سے ہونگے اور اہل صنعت و تاجر فیصدی دس پریشان ہونگے اگر بجائے تعلیم انگریزی صنائع کی تعلیم کا اہتمام فرماتے تو قوم کو زیادہ نفع ہوتا ثانیاً اگر فرض کر لیا جاوے کہ ترقی قومی انگریزی تعلیم میں منحصر ہے سو سرکاری مدارس کیا کچھ کم تھے جو جناب کے مدرسہ کی حاجت ہوئی اگر یہ وجہ بتلائی جاوے کہ اُن مدارس میں مذہبی خیالات خراب ہو جاتے ہیں اس لیے ایسے مدرسہ کی ضرورت ہوئی جہاں مذہبی تعلیم بھی ہو مگر یار سچ کہتا ہوں اور آپ بھی دل میں جانتے ہونگے کہ سرکاری مدارس کے تعلیم یافتہ ایسے بدعقیدہ نہیں جیسے اس مدرسہ کے اکثر تعلیم یافتہ ہیں اگر نماز و وعظ کے انتظام کو آپ عذر پیش کریں تو یہ خوب جان لیں کہ جب تک آپ کے خیالات نہ بدلیں گے آپ کے متبعین کی وہی کیفیت رہیگی ثالثاً یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ اس مدرسہ کی ضرورت ہی ہے اور اسی مدرسے سے ترقی دین و دنیا کی ہو سکتی ہے تو اس صورت میں انصاف سے دیکھو ترقی کے مستحق زیادہ کون لوگ ہیں امرا یا غربا امرا کو تو پہلے سے ترقی حاصل ہے آپ کی مطلوبہ ترقی نہ سہی مگر کسی قسم کی تو ہے کہ جو اُن کے لئے کافی ہے اُن کے لئے زیادہ اہتمام کرنا تحصیل حاصل کی قبیل سے ہے البتہ غربا اس کے زیادہ مستحق تھے غریب بچوں کو مدرسہ میں داخل کیا جاتا اُن کے مصارف کی کفالت کیجاتی اُن کو تعلیم و تربیت کر کے معزز عہدوں پر ممتاز کرتے ان کے دل سے دعا نکلتی خیر اگر قبول دعا کوئی چیز نہیں تو ان کے دلوں کو راحت تو پہنچتی یہ تو آپ کے نزدیک بھی محمود ہے مگر بہتر اب تو تحقیق ہوا ہے کہ غریب کا گذر وہاں مشکل ہے پھر ہمدردی قومی و خیرخواہی مسلماناں کہاں رہی پھر اس سے بڑھکر ترقی بھی کیا ہو اول تو تعلیم میں کس قدر صرف ہوتا ہے خصوصاً جو لوگ کہ یہاں سے ولایت جاتے ہیں جو آپ کے نزدیک عین صلاح ہے اُن کا اسقدر صرف ہوتا ہے کہ اس رقم کا بڑا گاؤں آ سکتا ہے یا تجارت کر کے ایک بڑا کارخانہ بن سکتا ہے جس میں اس شخص کی استعداد کے قریب کے لوگ کارکن مقرر ہو سکتے ہیں اس سے بھی قطع نظر کیجاوے تو مبلغ ترقی یہ ہے کہ بیرسٹر ہو گئے یا کوئی حکومت ملگئی اگر بیرسٹر ہیں تو انھوں نے یہ منانا شروع کیا کہ جو دو قومی بھائی لڑیں تو ہماری ضرورت رفع ہو انکی مراد پوری ہوئی کسی نے ان کو مقرر کرنا چاہا تو ایک پیشی کے دو چار سو روپیہ علی قدر تجمل کے اس سے فرمایا اسنے کچھ کم کہا تو خفا ہو کر نکالنے کا حکم دیا صاحب الغرض مجنون اُس نے معذرت کر کے وہ رقم قبول کی اور جہاں سے ہو سکا توڑ جوڑ کر بند و بست کر کے ان کا رومال بھر دیا خدا کی قدرت پہلی پیشی میں بحث تمام نہوئی دوسری تاریخ مقرر ہوئی اس تاریخ میں بھی وہی رقم مانگی گئی غرض دو تین پیشیوں میں اس کا اسکے بزرگ کا گھر لٹ گیا بھلا یہ کیا ترقی و ہمدردی ہے کہ دس گھر اجڑ کر ایک گھر آباد کیا جاوے اگر حکومت مل گئی تو عقائد پہلے سے خراب ہو چکے ہیں قبر و حشر فسانہ بے معنی ہے پھر خدا کا خوف کس لئے تہذیب اخلاق میں یہ قوت ہرگز نہیں کہ تو ذرا مومن سے روک سکے یہ برکت مذہب ہی میں ہے کہ بعض لوگ اپنے آقا کی ناخوشی سے کوئی عذاب قبر و دوزخ سے ڈر کر منہیات سے بچتے ہیں سو اس شخص کو مذہب مانع رہا نہیں اخلاق میں یہ قوت نہیں پھر ایسا شخص جو کچھ کرے ظلم کرے رشوت لے ناحق فیصلہ کرے کسی سے پرانی عداوت نکالے جو کرے تعجب نہیں ایک عاقل نے کیا خوب کہا ہے کہ جو شخص اپنے مذہب کا پابند نہو وہ لایق حکومت نہیں اور اگر کسی کے اخلاق ایسے ہی مہذب ہو گئے ہوں جو سب ڈر سے مانع ہو جاویں تو یہ شاذ و نادر ہے و النادر کالمعدوم پھر حالی جو کارروائی مسلمانوں

کی ترقی کے لئے جو اسوقت ہو رہی ہے وہ سراسر خرابی و خرابی سے بھری ہوئی ہے پس نہ خیر خواہی اسلام کے اصول صحیح ہیں نہ خیر
خواہی مسلمانان کے ذرائع راست ہیں یہ تو مجملاً ان امور کا ذکر تھا جنکا اثر دوسروں کو پہنچتا ہے اب جو امور آپکی ذات خاص سے
تعلق رکھتے ہیں انکو بھی بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں سب سے اول عقائد کی درستی ہے اگرچہ شبہات انسان کو واقع ہو جاویں تعجب
نہیں مگر خدا کے فضل سے اس زمانہ میں اہل علم محققین جامع معقول و منقول شبہات رفع کرنیوالے موجود ہیں اول درجہ مولانا
محمد علی صاحب تحصیلدار مرحوم کی تحریرات میرے نزدیک آپکے اصولی و فروعی شبہات کے جواب کے لئے کافی ہیں اصرار کو کام نفرمایئے
نظر انصاف سے اسکو دیکھکر اپنے خیالات درست فرمالیجئے اور یہ خیال نفرمایئے کہ آپ اپنی مشہور تحقیقات کے کسطرح خلاف کہیں آپکی
انصاف پسند طبیعت پر اس خیال کا احتمال نہیں آپنے بہت سی غلطیوں کا اقرار بھی فرمایا ہے مثلاً حدیث فاطمہ میں بجارت فاطمہ
وہی جویریہ کا نجارت فاطمہ ہے وہ جویریہ لکھا گیا پھر آپنے نہایت انصاف و خوبی کے ساتھ اُس سے رجوع کر کے طبع کر دیا
اگر اب بھی اپنے خیالات کو تبدیل کر کے اعلان فرما دیجئے تو آپکا اعلی درجہ کا کمال ظاہر ہو جمہور اہل اسلام کہ وہ تعداد میں آپکے مدعیان
اتباع سے بہت زیادہ ہیں آپکے محب و مخلص بنجاویں اسوقت انکو ترقی کی تدبیرات جو بتلادیں وہ قبول کرنے کو دل سے
تیار ہوں اور آخرۃ میں ثواب عظیم ملے اپنی صحت عقائد کا بھی اور بہت سے لوگوں کے محفوظ رہنے کا اور بعضوں کے عقائد درست
ہو جانے کا بھی جو غایت محبت و اعتماد سے آپکے رجوع کرنے سے وہ بھی رجوع کر لیں دوسرے نماز کی پابندی جماعت کے ساتھ ضروری ہے
خود نماز کی پابندی فرض ہے اور جماعت سنت موکدہ اللہ و رسول کی محبت جو مقتضی اسلام کا ہے وہ اسی کو مقتضی ہے کہ نہ فرض
چھوڑے نہ سنت تیسری اصلاح لباس ہے زیادہ دلائل بیان نہیں کرتا صرف ایک مختصر سی بات کہتا ہوں کہ مرد اگر عورت کا
لباس پہنے تو کیوں معیوب ہے اسی وجہ سے ایک مذہب کی ایک قوم دوسرے مذہب کے لوگوں کا لباس و وضع اختیار کریں تو کیا یہ موقع
نہیں ہے چوتھے حق تعالی نے آپکو ہر قسم کی استطاعت دی ہے حج بنص قرآنی فرض ہے خدا و رسول کی محبت کا تو یہ مقتضا تھا
کہ اگر فرضاً اسلام میں حرمین کی حاضری فرض و سنت بھی نہوتی تب بھی باقتضائے محبت دربار خدا و دربار رسول میں ہر
استطاعت والے کو حاضر ہونا ضرور تھا نہ کہ حاضری مکہ کی فرض اور حاضری مدینہ طیبہ کی سنت پھر کسقدر نازیبا ہے کہ عمر
میں ایکبار بھی تشریف نہ لاویں جسوقت لندن کا سفر کیا تھا اذاً یا ابا یا ابا اگر عدن سے سیدھے تشریف لے آتے تو کیا مشکل تھا اب
قصد کیجئے اور سامان سفر کر دیجئے اور روزہ و زکوۃ ایک مخفی عبادت ہے مجھکو اسکی اطلاع نہیں خدا کرے آپ پابند ہوں ورنہ وہ
بھی فہرست معروضات بالا میں منسلک سمجھی جاویں خلاصہ تمام معروضات کا یہ ہے کہ اب آپکا اخیر وقت ہے بجز عقائد و اعمال
کے کوئی اس سفر آخرت کا ساتھی نہیں اپنے چند روزہ رفقا کو رخصت کیجئے منہ اونکا ظاہراً بھی خواہ صرف دل سے اور اس دائمی رفیق کو ساتھ لیجئے
یعنی عقائد و اعمال کی اصلاح فرمایئے کیونکہ اذا جاء اجلهم فلا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون نسیم جانکو کمر کو باندھ ہوا ہے آمادہ دست بستہ ہے آگم
آخر میں یہ عرض ہے کہ اس التماس نامہ میں اگر کوئی لفظ خلاف شان سامی سرزد ہوا ہو تو مزاج ناشناسی پر حمل کر کے معذور سمجھیں تعصب و عناد پر محمول
نہ فرمادیں کیونکہ باعث تحریر صرف خیر خواہی و دلسوزی ہے اور عرض ہے اگر مقبول خاطر عاطر ہوا اور مفید ہو تو نیاز مند کو مطلع فرما کر ممنون فرمادیں [illegible]

فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تتمہ اصلاح الخیال

حامداً و مصلیاً

اس مجموعہ کی ترتیب کے بعد عزیز مذکور فی الخطبہ کا اُس شخص ناصح کے پاس دوسرا خط آیا اسمیں بھی کچھ شبہات تھے اسکے جواب میں بھی چونکہ ازالہ اُن شبہات کا تھا اسلئے اس مکاتبہ کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا۔

خط عزیز

میں فداہ مدت سے جناب کے خط کا جواب لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر عدیم الفرصتی سے آجتک کامیاب نہیں رہا بہت مرتبہ ارادہ کیا کہ مختصر کچھ عرض کر دوں لیکن جی چاہتا تھا مفصل لکھوں لیکن جب اس کا موقع نہ ملا تو آخرکار آج بالاختصار عرض کرنے میں اسوجہ سے جلدی کی کہ مدت گذر جانے سے مبادا یہ خیال پیدا ہو کہ ترک خط و کتابت کا باعث تحریرات سابقہ ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے میں آپکو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ میں مذہب اسلام پر قایم ہوں اسکو بہترین ادیان سمجھتا ہوں اللہ کی توحید میں مجھکو کوئی شک نہیں اور اس کا میں نہایت شدت سے پابند ہوں اور چونکہ توحید کی نعمت ہمکو ہمارے پیغمبر نے تعلیم فرمائی اور آپکی بدولت یہ نعمت عظمیٰ ہم کو میسر آئی لہذا میں انکو نبی برحق جانتا ہوں رہا یہ کہ وہ اللہ کے معشوق ہیں اور انھیں کی وجہ سے کائنات پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ اور پیغمبر میں صرف ایک میم کا فرق ہے یہ میری عقیدہ نہیں ہے میرا عقیدہ وہی ہے کہ جیسا قرآن میں ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی یہاں تک متعلق ایمان کے ہے جو بحمداللہ میں بنا درست پاتا ہوں اور اسکا سوا میری سمجھ سے کوئی وقعکار نہیں ہو سکتا آگے وہ چیز یعنی عمل جس کا نام دین ہے پانچ وقت کی نماز کا حکم یعنی کہ اللہ کی کیا کیا مصلحتیں ہیں ان کو استدلالی طور پر سمجھا ہوا ہوں جانتا ہوں کہ اس سے بہتر طریقہ اپنے خالق کی عبادت اور شکرگذاری کا نہیں ہو سکتا اور ہر شخص کو اس کا پابند رہنا چاہئے حج اور زکوٰۃ میں مجھکو کوئی خدشہ نہیں البتہ روزہ میں دو ایک باتیں شبہ کی ہیں وہ یہ نہیں کہ اسکی فرضیت ہونے میں کوئی شک ہے بلکہ رمضان کی تخصیص ہے سو میں کوشش کر رہا ہوں کہ اسکی بابت میرا اطمینان ہو جاوے میں مخالف راہ کو مستحکم کرنا نہیں چاہتا بلکہ موافق کو اب رہ گیا لباس وغیرہ اسکی طرف تو میرا کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی خیال نہیں جاتا کہ اس کو بھی کچھ ایمان یا دین و مذہب میں کچھ دخل ہے جب ہم سچے دل سے عقائد اسلامی رکھتے ہیں بس دنیا میں ہم کو معزز ہو کر رہنا چاہئے اور اسکے لئے جو طریقہ مناسب ہو استعمال کرنا چاہئے بشرطیکہ وہ مخل عقائد اسلامیہ نہ ہو میں انگریزی کپڑے پہننا بمقتضائے زمانہ صرف اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں جیسا کہ پیشاب پاخانہ کی حاجت یعنی آدمی یہ کوشش کرتا ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو پاخانہ سے نکلوں یہی حال میرا ہے کہ گھر واپس آنکر ایک لمحہ بھی گوارا نہیں ہوتا کہ اُس لباس میں رہوں نیز بچہ کی تعلیم کی بابت جو میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ میں اسکو عربی پڑھاؤں اور ختم قرآن پر اسکو قادر کر دوں اسکے بعد علوم دنیوی اسکو سکھلاؤں اگر ان سب باتوں پر بھی آپکو میری طرف سے کچھ خدشہ ہو تو میں کچھ عرض نہیں کر سکتا اب دوسری بات یہ ہے کہ مجھکو مسلمانوں کی تعلیم پر جو مدارس عربیہ میں دیجاتی ہے سخت تعجب ہوا

ہے اگر آپ اسکی اصلاح منظور ہو تو ہمیں تحریر کا سلسلہ جاری رکھئے میں اپنی معلومات ذہنی سے آپکو ہمیشہ مدد دوں گا میں سچ
کہتا ہوں کہ مسلمان عنقریب دبنے والے ہیں اور بہت قریب ہے وہ زمانہ کہ مسلمانوں کا دین اور دنیا دونوں غارت
ہوا جاتا ہے اور یہ نتیجہ ہوگا اسی بے تکی تعلیم کا جو اسوقت مسلمانوں کو دیجاتی ہے میں نے جو کچھ اپنے عقیدہ میں تزلزل ظاہر
کیا ہے میں اسکو واقعی اچھا سمجھتا ہوں کیونکہ یہ تزلزل میری تفتیش کا باعث ہے اور جس آزادی کے ساتھ میں نے
اسکو عرض کر دیا ہے اسطرح کا بیان منافقت سے دور ہے۔ ۲۸ جون سنہ ۱۹۰۰ع

جواب ناصح

مجھکو توقف خط سے قلق ضرور تھا سو بحمد اللہ تعالیٰ آج وہ رفع ہو گیا توحید و رسالت کے متعلق اپنے جو عقاید لکھے ہیں وہ نہایت صحیح ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر قایم رکھیں البتہ رسالت کے متعلق ایک بات تصریح سے رہگئی وہ یہ کہ اگر آپ کی رسالت و بعثت کو عام مان لیا ہے تو صحیح ہے اور اگر صرف عرب کے ساتھ خاص اعتقاد کیا جاتا ہے تو بالکل غلط اور قرآن و حدیث کے خلاف اور نجات کے لئے یہ اعتقاد خصوصیت کے ساتھ کافی نہیں باقی اللہ تعالیٰ کا معشوق ماننا اگر معشوق یعنی محبوب ہو تب تو ضروری بات ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں قرآن مجید سے جابجا ثابت ہے کہ اچھوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے پھر آپ تو سب اچھوں سے اچھے ہیں آپ سے کیوں نہ محبت ہوگی اور اگر معشوق کے وہی معنی ہیں جو شاعروں کے دماغ میں بیٹھے ہوئے ہیں سو نہ وہ واجب الاعتقاد کیا بلکہ جائز الاعتقاد بھی نہیں میم کا فرق یہ اسلامی عقیدہ نہیں محض بے تکی بات ہے اور کسی تاویل لطیف سے صحیح ہو جاوے اور بات ہے بہرحال یہ عقیدہ دین سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور کائنات کا آپکی وجہ سے پیدا ہونا یہ مضمون فی نفسہ صحیح ہے مگر چونکہ وہ ثابت قطعی نہیں اس لیے وہ داخل عقائد ضروریہ نہیں اسکے بعد جو دین کو صرف نماز روزہ حج و زکوٰۃ میں منحصر کر دیا ہے اس سے مراد اگر ارکان دین ہیں تو صحیح ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احکام دین صرف یہی ہوں اور اگر احکام دین مراد ہیں تو یہ حصر غلط ہے دین میں ہزاروں احکام ہیں جو بعض فرض ہیں بعض واجب بعض سنت چنانچہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں اسکے بعد جو لکھا ہے کہ نماز کی مصلحتیں بطور استدلالی طور پر سمجھ میں آتی ہوں یہ بات جھگڑے کی نہیں مگر استدلالی طور پر فروع کا سمجھنا ہی محل خطر ہے یاد رکھنے کی بات ہے کہ مذہب کے دو دل ہیں ایک عقلی استدلالی جیسے توحید اور فروع نقلی و شرعی ہوتے ہیں اس میں جو مصلحتیں نظر آتی ہیں وہ مرتبہ حکمت میں ہوتی ہیں درجہ علت میں نہیں ہوتیں کہ انپر مدار ان احکام کا ہو ان مصالح کو علت سمجھنے میں ہمیشہ اندیشہ ہے کہ جب کسی وجہ سے رائے میں تبدیلی واقع ہو جاوے اصل حکم کا انکار مستبعد نہیں اور نہ ہم کو فروع کو دلائل عقلیہ سے سمجھنے کی ضرورت ہے کیونکہ جب نبوۃ عقلی دلیل سے ثابت ہو گئی نبی کے سب احکام منجانب اللہ ہوتے ہیں اور منجانب اللہ جو امر ہو وہ درست اور بجا ہوتا ہے اس دلیل اجمالی میں کفایت ہے تفصیلی دلائل کی حاجت نہیں البتہ اصول کو عقل نہ کہنے سے محال لازم آتے ہیں جنکی تفصیل طویل ہے البتہ فروع میں یہ بات ضروری ہے کہ دلیل عقلی قطعی کے خلاف نہوں اگر کوئی شخص خلاف ہونا ثابت کردیگا تو صاحب مذہب کے ذمہ اس کا جواب ضروری ہوگا اسکے بعد جو تفصیل رمضان میں شبہ کیا ہے کہ میں اطمینان کی کوشش کر رہا ہوں معلوم نہیں اطمینان شرعی مراد ہے یا عقلی اگر اطمینان شرعی مراد ہے تو دلائل شرعیہ قطعیہ قرآن و حدیث میں اسپر قایم ہیں پھر بے اطمینانی کے کیا معنی

اور اگر اطمینان عقلی مراد ہی تو سبب اسکا ضابطہ ابھی بیان کرچکا ہوں کہ فروع کا ثابت بدلائل عقلیہ ہونا ضرور نہیں اسکے بعد ف۲۲ جو لباس کو مذہب یا دین سے بے تعلق لکھا ہی سو دین سے مراد اگر ارکان دین ہیں تو بیشک وہ ارکان دین میں داخل نہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احکام سے بھی خارج ہو اور اگر احکام دین مراد ہی تو اسکو دین سے تعلق نہ ماننا محض غلط ہی حدیث میں صاف صاف الفاظ میں بہت لباسوں کی ممانعت مع وعید کے وارد ہی پھر احکام ہونا کسکو کہتے ہیں پھر یہ جو لکھا ہی کہ بمقتضائے زمانہ انگریزی لباس پہنتا ہوں اگر کسی وقت مقتضائے زمانہ یہ ہو کہ نماز نہ پڑھیں تو کیا نماز کو بھی خیرباد کہنا جائز کہا جاویگا اگر کسی وقت یہ مقتضائے زمانہ ہو کہ کلمہ نہ پڑھیں تو کلمہ بھی ناجائز ہو جاویگا البتہ ضرورت شدید کی وجہ سے کبھی تخفیف ہو جاتی ہے سو جب تک کہ ضرورت شدیدہ کا اثبات نہو جواز کی گنجایش نہیں ف۲۳ بچہ کی تعلیم کی نسبت جو رائے قرار دی ہے بہت خوب ہے مگر اسکے ساتھ اتنی رعایت ضروری ہوگی کہ ان علوم دنیوی کو ذریعہ اکتساب نامشروع کا نہ بنایا جاوے۔ اسکے بعد ف۲۴ جو لکھا ہی کہ مسلمانوں کی تعلیم کی اگر اصلاح منظور ہو تو دنیوی معلومات سے مدد دوں عزیز من تمنا تو ہی کہ اصلاح ہو مگر قدرت نہونے سے کون ذمہ داری کرے جب اصلاح نہیں کرسکتا ہوں تو دریافت کرنا بھی بیفائدہ البتہ کوئی معقول بات اگر معلوم ہو جاویگی تو دوسروں سے کہدیا جاویگا مگر اصلاح اسکو سمجھونگا جس میں کسی حکم شرعی کی مخالفت لازم نہ آوے ورنہ وہ سر بسر فساد ہی۔ اور یہ ف۲۵ جو لکھا ہی کہ مسلمان عنقریب ڈوبنے والے ہیں سو قدیم علوم دینیہ کی بدولت تو اگر ہی چلکر ڈوبینگے مگر علوم دنیویہ کی بدولت تو مدت ہوئی ڈوب چکے جس تعلیم کی بدولت مدت سے ڈوب چکے ہیں وہ بے تکی ہی یا جس سے آگے ڈوبے جانیکا دعویٰ ہے خواہ صحیح دعوی ہو یا غلط کس کو بے تکی کہنا زیادہ زیبا ہے تفتیش آزادی کے ساتھ کچھ مضائقہ کی بات نہیں مگر حق طلبی اور انصاف شرط ہی والسلام:۔

تحریرات مذکورہ کا نافع و موثر ہونا

بحمدہ تعالیٰ ان جوابات نے اس عزیز کے قلب میں اچھا اثر کیا بعد چندے تیسرا خط آیا جس میں یہ عبارت درج تھی (مسابق میں جو نامہ بابت معتقدات صادر ہوا تھا میں اسکو حرف بحرف اپنے عقیدہ کے موافق پاتا ہوں الحمد للہ کوئی بات خدشہ کی نہیں ہی)

عرض مولف (زاد مجدہ)

واقعی جب قلب میں انصاف ہوتا ہی اور دل سے حق کی طلب ہوتی ہی حق بات ضرور اثر کرتی ہی دوسرے حضرات عقلاء سے بھی جنکو اس قسم کے شبہات اتفاقاً پیش آگئے ہیں امید ہی کہ ان جوابات میں منصفانہ نظر کرکے اپنے قلب کو کدورات و ظلمات شبہات سے پاک کرینگے والسلام علی من اتبع الہدیٰ:۔

۵ جمادی الاخریٰ

JUN 2 3 1989